Deewan-Safeer

ملک نہین ہے ملک ہو تو آصفِ جم قدر
نہین ہے کام وزارت کا التوا مین کوئی
بنہ کس لئے ہو ترا قلب رحم کا مسکن
لسانُ فکرِ تنافی ثناکَ منطلقٌ
شہا ہر اک ترے خوانِ کرم سے زلّہ ربا
ہوا اژدہائے فلک بستہ اشکبوس کیطرح
پلاؤن تیغ کا پانی کھلاکے نیزیکا پھل
فرس ہے طور تو موسیٰ ہے دشتِ ایمن ہے
تری عطا ہے شفا بخش اختلاجِ قلوب
ترے نوال کے آگے ہین ذرّہ بے قدر
لکھا ہے شہ کی محبت پدر سے بہتر ہے
عجب نہین کفِ بیضا ضیا مین پا کے جگہ
پڑی ہے عدل کی زنجیر پاؤن مین اُسکے
شہنشہا ملکا خسروا جہان پنہا
تو اولین ہے شہا در وجودِ موجودات

بغیر صدرِ اعظم امورِ دیوانی
جھے فراست و شوکت رہے جہان بانی
ہے بین قلب سلاطین جسم رحمانی
دِماغ حُبُّ تنامن ہداک سبحانی
ہنود و گبر و مجوس و جہود و نصرانی
کنند معدلت خویش را چہ ہیچ آنی
ترے عدو کی سر رزم ہو یہ مہمانی
لجام ہاتھ مین کرتی ہے کارِ ثعبانی
وہی ہے شوکت دینار حساتم ثانی
عطائے حاتم و انعام معن شیبانی
ہے تیری مہر کا قائل حکیم دوّانی
فراعنہ پہ کرے خامہ کارِ ثعبانی
ہوا ہے عہد مین تیرے جو ظلم زندانی
ترے ہی ذات پہ نازان ہے نوعِ انسانی
وجود جو ہے اوّل نہین ترا ثانی

برائے ساحت اجلال و جیش سلطانی	تری جلو میں ہمیشہ ہو کہکشاں کا علم

مہ مدینہ کا ہو شاہ صدر زین پہ رہے
رہوں جلو میں ہیں تھامے رکاب سلطانی

قصیدہ تہنیت جشن سالگرہ مبارک اعلیحضرت قوی شوکت سلطان السلطان حضرت ظل سبحانی خلیفۃ الرحمانی نواب میر عثمان علیخان بہادر دام اقبالہ و خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ میگوید -

آج دل کیوں نہ بنے غنچۂ اسرار ازل
شجر طور ہے اس باغ کی اٹھتی کونپل

غرۂ ماہ رجب سالگرہ شاہ کی ہے
خود بخود آج شگفتہ ہے مرا باغ امل

چہرۂ مہر پہ ہے آج شفق کا غازہ
صبح کیونکر نہ ملے ماتھے پہ اپنے صندل

اللہ اللہ صفائی کی کوئی حد بھی ہے
سو جگہ باد بہاری کا گیا پاؤں پھسل

ٹوپیوں کے لئے اطفال نباتات کی آج
لائیگی کارگہ باغ سے شبنم مخمل

زر گل کی نظر آئیگی جو گلشن میں کمی
سونا برسانے کو آئینگے سنہلے بادل

ہے اجالا جو لب جو تو اندھیرا سر کوہ
کالکا نیگی بجلی تو کہنیا بادل

مطلع ثانی

ہے مہ و مہر ہی سے جشن نہاتی کا انتظام
کیا عجب ہے کہ جو دیکھے فلک مینائی
ہے جوانانِ چمن کیلئے لالے کا ایاغ
کہکشان عکسِ شفق سے نظر آتی بھی یون
ہے شفق مہرِ جہانتاب کے رخ کا غازہ
نار سے برق کا ہے رعد کے جانب یہ خطاب
شاہدانِ چمنستان بھی ہین کیا شوخ و شریر
منہ بنا کر یہ کہا اُس نے کہ لے اپنی خبر
جسطرف دیکھئے آتا ہے نظر جوشِ بہار
ہو کھٹکنے مین بھی نغمہ کی صدائین پیدا
رنگ شیشون کا بھی ہو نیلگا و دھانی ساقی
نیزہ تانے ہوئے پھرتا ہے سماکِ رامح
مدحِ سرکار مین وہ نور کے ہون شعر سفید
میر عثمان علیخان بہادر جمجاہ
نہ فلک ہین ترے رتبے کے مقابل مین نہ بُرج

قطعہ

کیون منتظم نہو دونون ہین فرنگی جنرل
طارمِ تاک کو لے خوشۂ پروین سے بدل
نوش دارو گلِ خودرو کو چمن مین حنظل
مانگ مین جیسے دُلہن کی کوئی بھرے صندل
عرقِ گل مین کیا چرخ نے شنجرف کو حل
کب برستے ہین زمانہ مین گہر جیسے بادل
ہنسکے کہنے لگی نرگس کو جو سوسن شتفل
تو وہ چنچل ہے کہ آنکھون سے اُڑا لے کاجل
رنگ گلشن کا نہ شیشے کی طرح جائے اُبل
بیضۂ زاغ بھی لے آئین تو نکلے کویل
بطِ مے باغ سے اُڑ جائے نہ بنکر ہریل
ہے طرفدارِ بہار آج سماکِ اعزل
چشمِ خورشید مین جس سے ابھی آجائے سبل
عید کا چاند سمجھتے ہین جسے حوت و حمل
ساحتِ قدر مین ہے عرصۂ گیتی خردل

ایضاً

بتکدہ پر ہوئی نازل وہ خدا کی رحمت

خیر ہیں خم کی مناتا ہوں کہوں بادہ پرست
وے کے دل تجھکو میر کجاں میں کہیں کا نہ رہا
تیغ ابرو کے اشارے سے ٹپکتا ہے لہو
جی میں بیٹھا بیٹھ رہوں تارک دنیا ہو کر
واقف احکام سے ہیں دین مسیحی کے ہوں
ہے و معشوق سے دیکھا نہیں بہتر کوئی شغل
حشر تک سنتے چلے جائینگے افسانہ ظلم
بوسے دینے میں رہیگا تجھے کبتک انکار
بسمل دشنۂ انداز رہے دل کبتک
نام تو او ستمگر بتا دے یہ کیا جس نے ہمکو
ملعم ہوجائیگا کس روز تو اے آہو چشم
آج گردوں کے اشارے سے لیا میر اسلام
بیٹھے اے زہرہ جبین آکے مرے پہلو میں
خوف کس کا ہے مرجان پیالہ بھر دے
تاج فغفور ہے یہ کاسۂ چینی میرا

کافر عشق کو ہوتا نہیں پاس ملت
اور اغیار سے تجھکو نہیں دم بھر فرصت
دیکھ رہ جائیگی تجھپر مرے خونکی تہمت
پر نہیں مذہب اسلام میں رہبانیت
ژند و پاژند کے دستور ہی صاحب حضرت
کوئی دم تو رہے اوضاع جہاں سے غفلت
کاہ میں خون سیاوش کی ہی اثنک رنگت
نام سے میرے رہیگی تجھے کبتک نفرت
کب تلک تیرے تغافل سے رہوں بد قسمت
مسی ہو گئی ہونٹوں کی گلابی رنگت
ہائے کب اُترےگا یہ نشۂ جام وحشت
ہائے رے ناز و نزاکت تری ہائے نخوت
تیرا وارفتہ ہوں مست میں ہاروت صفت
مجھسے کل محتسب شہر نے لی ہے رشوت
حلقۂ زلف ترا نافۂ مشک تبت

دو قدم دوڑ کے اقبال قدم لیتا ہے
چومتی ہے ترے بازو کو جو فتح و نصرت

تیغ یوں ڈوبتی ہے فوج عدو میں جیسے
جوہری کرتا ہے قاموس میں تصحیح لغت

سبک ایسی ہے کہ کہتے ہیں اسے موج نسیم
کسطح اُلٹے نہ اوراق کتاب فطرت

تیری تلوار سے باطل ہوئی جاندکی دلیل
نہ چلی عالم منطق کی قضا سے حجت

تیرے خاتم میں نہ کیونکر ہو نگیں اقبال
زندہ کر دیتا ہے کشتوں کو بسر و مدحت

مانگ میں جیسے دُلہن کے کوئی بھر دے صندل
تیری تلوار کے نابوں میں ہے ایسی حمرت

رزم گہ سے تیری پہنچا ہے فلک پر جو غبار
آج ظاہر ہوئی معنی انجُم کدرت

رشتۂ عزم جہانگیر کی تیرے یہ کشش
بھر کا موس کشائی ہو کمند سطوت

چشم بددور محبوب حسین ہے تری تیغ
روز چار آئینہ میں دیکھتی ہے جو صورت

یوں دم جنگ چمکتی ہے وہ مانند ہلال
سب دعا پڑھتے ہیں جب لی ہے اُسکی رو

تیری تلوار سے جاری ہیں لہو کے چشمے
اسکے نابوں کے ہی جوہر سے عیاں فنفجات

ایک ہی وار میں جو رنگ ہے راکب مرکب
تیری تلوار کو کیا آتی ہے ضرب و قسمت

اُسکی ایراد ہے ہر ایک دلیل قاطع
رہے معلول ہی باقی نہ تو ثابت علت

تیغ تیری ترے دعوے پہ دلیل دشمن
قطع کر دیتی ہے جو عمر عدو کی حجت

برق خاطف ہے عدو کے لئے تیری تلوار
اُسکی جھنکار ہے آوازۂ کوس رحلت

[illegible]

عالم اکبر و اصغر سے بڑی ہے یاں بحث	مہ و خورشید کو بھی تجھسے بھلا کیا نسبت
کون سا رتبہ وہ ہے جو نہ ملا ہے تجھکو	تیرے ہی واسطے اتممت علیکم نعمت
کوئی کہتا ہے ترا مثل کسی کو تو کہے	ذکر ہر کس بجہان است بقدر ہمت
مجھسے پوچھو تو قسم کھا کے کہوں گا میں بھی	اس زمانہ میں نہیں تجھکو کسی سے نسبت
تیرے احسان کے مقابل میں بھلا کس کی زبان	ہو ترا شکر بھلا وہ بھی بقدر ہمت
آ چکے دن تو جہان میں ہے وہ عالی رتبہ	آسماں کو ہے ترے مرتبہ سے اک نسبت
خوبیاں لکھوں تری او یہ کلک و زبان	لکھ سکے کچھ ترے وصف خدا کی قدرت
ہو رو لطف سے پیارا زمانہ میں سفیر	تو سلامت رہے دنیا میں بجاہ و حشمت

ہو مبارک مرے سرکار کو یہ سالگرہ
اختر بخت رہے کوکب صبح عشرت

در مدح یکے از سرداران لشکری گوید

11

[illegible]

محاسن ہیں ان میں محامد ہیں ان میں | غرائب عجائب عجائب غرائب
کمالات کا ان کے کیونکر بیاں ہو | نہ حد محامد نہ حصر مناقب
نہ کیوں بخت و اقبال دونوں ہوں حامی | وہ ہے پیشکار اور یہ ان کا نائب
محبت میں یعقوب و یوسف ہیں دونوں | اب و ابن مانند یک جان و دو قالب
نہ ہو رونق رزم و بزم ان سے کیونکر | کبھی ہیں مجاہد کبھی ہیں مراقب
مقابل صفات حمیدہ کے ان کے | محامد ہوں غیروں کے ساری مثالب
مرے ساتھ کی تم نے نیکی ہمیشہ | فاعطاکم اللہ خیر المواہب
نمی ترسم از سطوت قہر گردون | کہ تا یار من ہست حق در نوائب
زحق فارق کفر و اسلام باشد | ز تیغ تو تند انکشاف غیاہب
جنود عرب یا قشون عجم ہو | تری فوج بے شبہ ہو سب پہ غالب
ترے آگے کیا ترے اعدا کی ہستی | لیوث مغاضب ہیں مثل ثعالب
زعزم تو در صید گاہ تو ماند | شکار پلنگان شکار ارانب
ترا اک پیادہ بھی ہنگام ہیجا | اولٹ دیگا دم میں صفوف کتائب
شرر زا ز تیغ تو کوہ سیہ شد | کبہم ہو افاضاء الغیاہب
ترے کف کافی سے کیونکر نہ ہوتی | قشون نظامی کثیر المواجب

در ستائش یکے از خواتین محلّہ میگوید

ہے آفتاب مغرب میں رخ نوریں پر — سفر لائیگا کل شرق سے خوشی کی خبر

بدست بادۂ عشرت ہے عالم فلکی — کہ اپنے جامے سے باہر ہیں مشتری و قمر

سہیل تولتا ہے مشتری کو میزان میں — ستارے گنتا ہے کف الخضیب انگشتو

یہ دو طرح کا ہے رنگ آج لشکر شب میں — کہ مشتری ہے خطیب اور زہرہ ضیا گر

دیا جو اوس کو فلک نے نطاق جوزا کا — تو رقص کرتا ہے بہرام کھینچ کر خنجر

جو سن رہا ہے عطارد ترانۂ دلکش — ہے کب سے کان لگائے نشید زہرہ پر

مجھے بھی تہنیت عید کے لئے اس وقت — ہے ایک عصمت کبریٰ کی مدح پیش نظر

وہ ہے اناث میں تو شمس بھی مونث ہے — منزہ ہمہ عالم جو خلق بحر و حجر

جہاں میں سارے مونث الیہ اوسی میں اوس کے — نبات و معدن و حیوان سبھی جو خشک و تر

پہ فیض شمس ہے عالم جو ہو گیا عالم — اوسی سے جلوۂ لیل و نہار و شام و سحر

اوسی سے فصل خزاں ہے اوسی سے فصل بہار — اوسی سے عالم کون و فساد میں ہے اثر

بہ لون خالق قہار اوس کے ہیں افعال — غلط ہیں معتقدات مجوس زشت سیر

مونثات سماعی میں لفظ دنیا ہے — کہ جس میں عالم و آدم ہے اکبر و اصغر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ردیف الف

دیواں میں ذکر خیر جو ہے اک جمیل کا
آئینہ بن گیا ہے مسیح و خلیل کا

تلوار کی ہے دھار تری معرفت کی راہ
عالم جو نقشِ پا پہ ہے چشمِ قتیل کا

حکمت میں تیری دخل نہیں فلسفی کو کچھ
دعوے بھی مُڑ کے دیکھتا ہے منہ دلیل کا

اک موج اُس کریم کے بحرِ کرم کی ہے
سُنتے ہیں شور ہم جو بہت سلسبیل کا

اُس کے غضب سے کسکو جہاں میں اماں ملی
لشکر تباہ ہو گیا اصحابِ فیل کا

ولہ

احد کے نام میں جو میم احمد کا بھی شامل ہی	کلس بنکر چمکتا ہی وہ بسم اللہ کی گنبد کا

دعا اپنے خدا سے بس یہی ہی اے سفیر اپنی
زباں پر مرتے دم جاری رہے کلمہ محمدؐ کا

بھڑک اٹھیگا جب شعلہ جنونیں قلب سوزاں کا
اٹھا تابوت یارب کس غریقِ سوز ہجراں کا
سبکروحی ہی جو ہمرنگ جاں یہ جسمِ لاغر ہے
چٹکنا غنچوں کا کھلنا گلوں کا باغِ عالم میں
سماتا ہی چلا جاتا ہے جو اسمیں غمِ عالم
قناعت پیشہ ہو جا تو اگر لذت پہ مرتا ہے
اگر جام و سبو ہے انتظار ابر کیا معنے
مرا جوشِ شباب اوٹھتی جوانی اوسکی آفت تھی
پری رویانِ عالم داغ دل کی قدر کرتے ہیں
ہو وہ وہ دل کہ موج رنگ آرایش میں داخل ہو
وہ شورِ لن ترانی سخت منزل طور پر چڑھنا
یہی طاقت رہیگی گر ہمارے دست وحشت کی

بنیگا شیر کا دیدہ چراغ اپنے بیاباں کا
کہ شعلہ آگ کے کاندھا دیگیا برقِ درخشاں کا
زمیں منہ تک رہی ہی اس غبارِ عرش جولاں کا
فریبِ عشق بازی ہے نسیم صبح گاہاں کا
میرا دل شیشۂ ساعت ہی کیا ریگِ بیاباں کا
یہی اک خوان ہی عالم میں نعمتہای الواں کا
بھروسہ کسطرح ہو لاؤ بالی پیشہ مہماں کا
ادھر بیٹھے اودھر ٹہلے ادھر تاکا ادھر جھانکا
اوتر آیا ہے نقشِ مہر سرکارِ سلیماں کا
خیال اپنا ہی شانہ طرۂ زلفِ پریشاں کا
تجلی گاہ اوسکی دل نہ تھا موسیٰ عمراں کا
ملیگا دامنِ محشر سے چاک اپنے گریباں کا

شبِ فراق میں کب جان پر عذاب نہ تھا
کہ رات بھر مجھے ظلمت کدہ میں خواب نہ تھا

خدنگ ناز کا کوئی جو سدِ باب نہ تھا
میرے جگر کے بھی زخموں کا کچھ حساب نہ تھا

شکست توبہ کی آواز فصلِ گل میں سنی
وہ کون تھا جو خرابات کا خراب نہ تھا

حریف سے وہ گلے مل رہے تھے عید کے دن
مجھی سے شرم تھی اوس ہی ذرا حجاب نہ تھا

یہ گم ہوئی تھی سیاہی میں شام فرقت کی
جو شب کو ماہ نہ تھا دن کو آفتاب نہ تھا

گئے ادھر سے بھی خط اور ادھر سے بھی آئے
کسی میں ایک بھی تسکین کا جواب نہ تھا

مریضِ غم کو اگر اپنے دیکھ جاتے آپ
نہ تھا گناہ بھی کوئی اگر ثواب نہ تھا

شبِ وصال میں سوتے رہے وہ صبح تلک
رہگیا یاد کہ یہ بھولنے کا خواب نہ تھا

شمار میرے گناہوں کا تھا جو ناممکن
میرے کریم کی بخشش کا بھی حساب نہ تھا

ذرا سی پیتے ہی جان آئی جان میں ساقی
غذائے روح تھی یہ ساغرِ شراب نہ تھا

وہ گالی دیتے ہیں الٹے مجھی سے کہتے ہیں
جناب آپکی جانب کوئی خطاب نہ تھا

اگر تھی بحث تو پینے میں اور پلانے میں
جنابِ شیخ کو رندوں سے اجتناب نہ تھا

ہزار شکر وہ گھر پوچھتے ہوئے آئے
مزا تو یہ ہے کہ قاصد بھی ہمرکاب نہ تھا

ہزار حیف نہ کی قدر کچھ جوانی کی
کوئی زمانہ بجز عالمِ شباب نہ تھا

سفیر کون سے دن جھومتے نہیں نکلے

ولہ

۳

ارے جواب میں دو حرف لکھ نہیں سکتے
جو خط حریف کو لکھا تھا کچھ جواب نہ تھا

خرام ناز میں کب حشر کے نہ تھے آثار
تمہارے کوچہ میں کس روز انقلاب نہ تھا

بہار آتے ہی توبہ ہماری ٹوٹ گئی
اٹھا تھا آتشِ گل سے دھواں سحاب نہ تھا

سفیر اوس بت کافر کا ہو گیا بندہ
خدا کا خوف بھی کچھ خانماں خراب نہ تھا

ولہ

محیط ہے دلِ پُر داغ سے دھواں اُٹھکر — بغل میں داب کے طاؤس کو سحاب آیا

مقابل اوسکے کہاں تاب تھی ٹھہرنے کی — نہ روزِ حشر بھی نیرے پہ آفتاب آیا

تباہ کرہی دیا آہِ گرم نے دل کو — یہ جل نہ جائے کہیں سیخ پر کباب آیا

گمان ہونے لگا چشمِ مست ساقی کا — ہمارے سامنے جب ساغرِ شراب آیا

اس اضطراب میں کیا جانے لکھ گئے کیا ہم — نہ لکھنا اب کوئی خط وہاں سے یہ جواب آیا

جو شب ہوئی تو بنا ماہ اُسکی بزم کی شمع — سحر کو آئینہ دکھلانے آفتاب آیا

خدا بچائے اس الطاف و مہربانی سے — ہنسا وہ جس سے ذرا بس وہیں عتاب آیا

وہ صیدِ تیرِ نظر ہوگیا پھڑکنے لگا — کوئی جو تھامنے اوس ترک کی رکاب آیا

عجیب مصرعِ آتش ہے یہ خدا بخشے — شکار کھیلنے طاؤس کا سحاب آیا

ہیں آبرو سے رہا کی نہ ڈلنے کی خواہش — گھر کی طرح مقدر میں میرے آب آیا

بچا لیا ہمیں تر دامنی نے محشر میں — چمک چمک کے بہت سر پہ آفتاب آیا

دہانِ یار ہے معدوم اور کمر عنقا — میرے سوال کا یہ غیب ہی جواب آیا

وہ مست ہوں کیا رو رو کے اپنا دل خالی — فراق میں جو نظر شیشۂ شراب آیا

سیاہ کاریاں کب تک سفید بال ہوے — جنابِ شیخ اٹھو سر پہ آفتاب آیا

سفیر دفن جو یہ خاکسار ہونے لگا

بھروسہ زندگی کا عالمِ پیری میں کیونکر ہو
مرا دم بھی ہے اک جھونکا نسیمِ صبح گاہی کا
جو بامِ عفو تیرا لامکاں سے بھی زیادہ ہے
بہت اونچا ہے زینہ بھی ہماری عذر خواہی کا
مرے ظلمت کدہ میں برق بھی آنے نہیں پاتی
گذر مشکل سے ہوتا ہے نسیمِ صبح گاہی کا
مثالِ شمع اے جمشید تیرا بھی کٹے گا سر
زبانِ حال سے کہتا تھا طرہ تاج شاہی کا

دیوان سفیر

ولہ

جسے دیکھا اُسے شاکی ہی پایا دورِ گردوں کا
صدف کے بھی کلیجے میں ہے چھالا دُرِّ مکنوں کا

زمیں بھی اُس گھڑی چکر اکے ملجاتی ہے گردوں سے
قیامت خیز ہوتا ہے بگولا میرے ہاموں کا

الٰہی اُس کی دولت ہو گئی ناپید کیوں ایسی
پتا ملتا نہیں زیرِ زمیں بھی گنج قاروں کا

درفش کاویانی ہو گیا سب گاؤ خورد افسوس
جہاں میں نام تک باقی نہیں قصرِ فریدوں کا

جگر کیسا کہاں کا دل خدا اس عشق سے سمجھے
لگا دی آگ گھر بھر میں اسے پھونکا اُسے بھونکا

چمن میں شان و شوکت ہی دوبالا ہو گئی اُس کی
پڑا جب سرو پر سایہ تمہارے قدِ موزوں کا

نظر میں سانولی صورت ہے اک لیلےٰ شمائل کی
بہت بھاتا ہے دل کو میرے سایا بیدِ مجنوں کا

اُبل کر رازِ اُلفت اُس نے اِفشا کر دیا سب پر
بہت ہی ظرف چھوٹا تھا ہماری چشمِ پرخوں کا

اِشارہ قتل کا تھا یہ کہ مطلب اور ہی کچھ تھا
نہیں کھلتا معمّا ابروؤں کی بیت موزوں کا

سیاہی سے سیاہی آج تک کس نے جدا کی ہے
شبِ تاریک قسمت ہے اندھیرا زلفِ شبگوں کا

تغافل کیش اس کمبخت کا ساتھی نہیں کوئی
مری آہوں کے بادل ہیں کہ پنبہ گوشِ گردوں کا

بھلا تقدیر سے تدبیر کا بھی زور چلتا ہے
اجل نے کر دیا آخر کو اوندھا خم فلاطوں کا

نہیں ہے سرخ یہ مو بافِ گویا اک اشارہ ہے
کیا ہے اُس کی چوٹی نے ارادہ آج شبخوں کا

خدا کے فضل سے اقبال چمکیگا سفیر ایسا
گڑیگا ایک دن جھنڈا مرے بختِ ہمایوں کا

ولہ

غزل ۵

ردیف

مانگتا ہوں اپنے خالق سے میں سجدہ کر کے دیر
کب مرادرست دعا محتاج ہے محراب کا

خشک و تر کو ایکساں اشکوں نے میرے کر دیا
دامن صحرا سے دامن ملگیا سیلاب کا

داغ ہے دل پر ہمارے فرقتِ احباب کا

اپنی ہی صورت ادب آموز اپنی ہو گئی
آئینہ خانہ میں ملتا ہے سبق آداب کا

جان دی فرقت کی شب اک مہ لقا کی یاد میں	ملگیا گوشہ کفن کو چادرِ مہتاب کا
خطِ سبزِ یار کو کیونکر نہ میں دیکھا کروں	لطف ہی کچھ اور ہے اس سبزۂ شاداب کا

یہ بھی اپنے جد کی مستحکم نشانی ہے **سفیر**
یادگارِ میر عالم بند ہے تالاب کا

طالبِ دیدار ہے دل اُس سراپا نور کا	چاہیئے کاجل ہو آنکھوں میں چراغِ طور کا
اور رونے کو جو جی چاہے گا مجھ رنجور کا	لہریں لیگا وادیِ ایمن میں دریا نور کا
جل گیا ٹھیرا اگر آکر مسافر دور کا	دھوپ سے کچھ کم نہیں سایہ بھی نخلِ طور کا
چاہیئے خامہ کو میرے صفحۂ میدانِ حشر	کھینچنا منظور ہے نقشہ شبِ دیجور کا
دُھن عدم کی ہے نے باندھی دیکھکر شامِ فراق	سوجھتا ہے مجھکو تاریکی میں مضموں دور کا
جان ہونٹوں پر رہا کرتی ہے جس کے ہجر میں	بار بار آئے گلہ لب پر نہ کیوں اُس حور کا
نوکِ مژگاں پر نظر آیا جو اپنا لختِ دل	دار پر چڑھنا مجھے یاد آگیا منصور کا
تیر نے اُس کے کلیجے میں جگہ کرلی مرے	گڑ گیا منزل پہ آتے ہی مسافر دور کا
آسماں پر صبحدم یارب یہ کیسی ہے شفق	کیا کلیجہ پھٹ گیا غم سے شبِ دیجور کا
کیا حرارت ہے مرے زخمِ جگر کی دیکھنا	گرم ہو جاتا ہے پھاہا مرہمِ کافور کا
ہجر کی شب نیش زن ہے ہر ستارہ کی شعاع	ہے گماں بامِ فلک پر چھتّہ زنبور کا

6

ولہ

محبت میں یہی اپنا طریقہ عمر بھر رکھا
کسی کے ہو رہے ہم یا کسی کو اپنا کر رکھا

خوشامد کی بھی حد کی پاؤں پر ظالم کے سر رکھا
نہ مانا اُس کے درباں تو نے پھر مٹھی میں زر رکھا

ہوا تھا جلکے دل اکسیر جو سوزِ محبت سے
ہوس نے ہماری خاک کو شیشوں میں بھر رکھا

امیروں سے رہی نفرت ہمیشہ ہم فقیروں کو
توکّل میں خدا کے فضل کو پیشِ نظر رکھا

ہوا دل خون اپنا چشمِ میگوں کی محبت میں
مئے گلرنگ سے فرقت کی شب پیمانہ بھر رکھا

محیطِ عشق سے آساں نہیں تھا پار ہو جانا
شناور اس میں وہ تھا شیر کا جس نے جگر رکھا

نہیں ہے میکدہ میں ہیبتِ پیرِ مغاں آساں
ہوا سب بے ہمن مئے ہم نے نہ گھر رکھا نہ در رکھا

نہ ہو روزِ قیامت آفتابِ حشر سے زحمت
اسی سے میکدہ میں اپنا دامن ہم نے تر رکھا

چھُری کی نوک سے کم تھیں نہ منقاریں عنادل کی
گلوں کی دید کی خاطر قفس کو چاک کر رکھا

لگی برچھی کوئی کاری نہ اُس سفاک کے دل پر
مرے نالوں کو قسمت نے مری کیا بے اثر رکھا

صفائے قلب سے کرتا ہے روشن زندگی انساں
سفیر اس نے مجھے ممنون اپنا عمر بھر رکھا

غزل ۷

وہ ترکِ دہر میں صید افگن زمانہ ہوا
کہ نسرِ طائرِ گردوں تلک نشانہ ہوا

جو خطِ سبز کا تیرے بیاں فسانہ ہوا
چمن میں سبزۂ بیگانہ بھی یگانہ ہوا

اُداس ہو گیا صیاد خامشی سے مری
پڑی یہ فکر کہ نقصانِ آب و دانہ ہوا

ہوا پرست سے ہے دور طائرِ مقصد
یہ مرغ تیر ہوائی سے کب نشانہ ہوا

سفیر شانِ کرم بس وہیں نظر آئی
جو سجدہ گاہ مری اُس کا آستانہ ہوا

وله

طفل بازی کوش ہوں میں مکتبِ ایجاد کا
دل دہل جاتا ہے سنکر نام بھی اُستاد کا

حال کیا جانے گی شیریں عاشقِ ناشاد کا
بے ستوں سے پوچھئے سر پھوڑنا فرہاد کا

جب نہ خنجر سے کٹا سر عاشقِ ناشاد کا
باڑھ بھی مڑ کر لگی مُنہ دیکھنے جلاّد کا

خاکساری کرتی ہے عالم میں انساں کو عزیز
کیوں نہ آنکھوں میں ہو گھر خاکسترِ برباد کا

اُس پری کے وصل سے توقیر کتنی بڑھ گئی
خطِ سلیماں نے لکھا مجھکو مبارک باد کا

کیا ہوا ے دہر نے رکھا ہے چکّر میں صدا
چرخ میں پاتا ہوں عالم آسیائے باد کا

دہر میں اب تک اُسی نعمت سے ہیں ہم بہرہ ور
شکر ہم سے کیا ادا ہو سیلی اُستاد کا

تیرِ رستم سے نہیں کم زال دُنیا کی ادا
نوجوانوں کو بچا تا کب ہے تن فولاد کا

چومتے رہتے ہیں اکثر ابروے جاناں کو ہم
حوصلہ کعبہ میں ہے دل کو خدا کی یاد کا

یہ ریاضت ہی ریاکاری کی چھوڑیں اہلِ حرص
مرتبہ حاصل نہ ہوگا بو ذر و مقداد کا

زیرِ دستوں کی بھی سنتے ہیں کہیں گردن بلند
آسماں تک شور کب پہونچا مری فریاد کا

سچ تو ہے خانہ بدوشوں سے خرابی گھر کی ہے
کچھ نہیں ملتا ٹھکانا سیلِ بے بنیاد کا

پرواز کناں پہنچا جنت میں عقاب اپنا — جو برچھیوں اُڑتا تھا اپنا وہی مرکب تھا
تھی اُس سے مری ہستی وہ جسم تھا میں سایہ — وہ مجھ سے جدا کب تھا میں اُس سے جدا کب تھا

مولا ہے **سفیرؔ** اپنا بیشک ہے امیر اپنا
جو فاتح خیبر تھا جو قاتل مرحب تھا

اُس نے اُڑایا ہے میرے دل کا نشانہ کیا — تیر افگنی میں اُس کا ہوا ہے فسانہ کیا
کل شام کو تو اُس نے کیا عذرِ دردِ سر — کرتا ہے آج دیکھئے پھر وہ بہانہ کیا
بُلبل ہے شاد کام تو گلچیں ہے باغ باغ — گُلشن میں لُٹ گیا زرِ گل کا خزانہ کیا
سُرمہ ہوا ہوں گردشِ چشمِ سیاہ سے — پامال اُس سے بڑھ کے کریگا زمانہ کیا
نرگس نہیں دکھاتی ہے آنکھیں جو باغ میں — سُنبل کے ہاتھ میں بھی نہیں تازیانہ کیا
شاہوں کا دور بھی نہ رہا اس جہان میں — بدلا ہے ایک آن میں رنگِ زمانہ کیا
اُفتادگی جو باعثِ نشو نما ہوئی — سرسبز ہو کے خاک سے نکلا ہے دانہ کیا
وہ رشکِ گل نہیں ہے جو ہمراہ باغ میں — ان بُلبلوں کا مجھکو خوش آئے ترانہ کیا
طوفانِ اشک و آہ سے میں ہو گیا تباہ — یاں مدِ سیل و بادِ ہوا آشیانہ کیا
ہر دم کی برہمی ہے مضرت رساں ضرور — اب گیسوئے صنم سے الجھتا ہے شانہ کیا
پیدا ہوئے ہزار حسیں اُس کے عکس سے — مسکن بنا ہے یار کا آئینہ خانہ کیا

ولہ

گر نظر سے خلق کی عنقا صفت ہوتا نہاں
میں لباسِ گوشہ گیری میں بھی شہرت مانگتا

آسمان مجھکو کفن دیتا جو خلعت مانگتا

چاہنے والوں کو تیرے رشک آتا ہے جو بھی
نور رخ سے تیرے گر مہر قیامت مانگتا

کب کسی منعم سے میں دنیا کی نعمت مانگتا

بلبلوں سے بڑھ کے ہے عشاق کی کثرت یہاں
گل نہ کیوں گلزار میں تیری سی صورت مانگتا

آج ساقی سے مئے جامِ حقیقت مانگنا
ساغر میں بس دریائے وحدت مانگنا

ولہ

[illegible] راستہ ہے عدم کا کھلا ہوا
بوڑھا کوئی گیا تو کوئی نوجواں گیا
بیٹھا ہوں اس طرح عدم آباد کو سفیر
لٹ کر تمام یہاں سے مرا کارواں گیا

گلبدن سیمتن و ماہ رخ و زہرہ جبیں	ایک تجھسا نہ کرے گردشِ دوراں پیدا
شوخی و ناز و ادا اور کرشمہ انداز	ہوگئے اب تو کئی جان کے خواہاں پیدا
کچھ بھی ناوک فگنی کا ہے اگر اُسکو خیال	منچلا مجھسا تو کرلے صفِ مژگاں پیدا
دشتِ وحشت میں کہاں تک میں پھروں سرگرداں	نہ ہوئے پر نہ ہوئے خضر بیاباں پیدا
عنصری جسم کو چھوڑیں تو ہوں عالم پہ محیط	چار دیوار کے گرنے سے ہو میداں پیدا
ہے جو منظور کہ آئینۂ دل صاف رہے	دل میں ہرگز نہ کدورت کرے انساں پیدا

سرد آہیں جو کروں میں شبِ فرقت میں سفیر
فصلِ گرما میں بھی ہو فصلِ زمستاں پیدا

ردیف
۱۰

کی سیر آسمانوں کی تا لامکاں گیا	نالہ شبِ فراق کہاں سے کہاں گیا
جب تک تھا دل بغل میں ہزاروں تھیں حسرتیں	یوسف کو لے کے ساتھ ہی یہ کارواں گیا
گذری تمام عمر طلسمات میں مری	چشمِ بتاں نے سحر کیا میں جہاں گیا
کیا ہو فروغ سحر کو معجز کے سامنے	گوسالہ سامری کا بتاؤ کہاں گیا
زلف سیاہ چھا گئی دل پر ہزار حیف	پیچھے رہی بلا یہ مرے میں جہاں گیا
کیونکر کھلے نہ غنچۂ دل آج باغ میں	فصلِ بہار آگئی دورِ خزاں گیا
دم آگیا لبوں پہ یہ شدت تھی ضعف کی	منزل تلک جو گور کی میں ناتواں گیا

ہے غنیمت خضر تھوڑی دور تک ہمراہ تھا
ورنہ مجھسے وادیِ وحشت میں ہمت مانگتا

[illegible]

ولہ

تعلق کیوں نہو اُس روئے آتشناک سے پیدا
سمندر بھی کہیں ہوتا ہے مُشتِ خاک سے پیدا

روانہ حسرتوں کا کارواں ہونے کو ہے شاید
جرس کی ہی صدا اپنے دلِ صد چاک سے پیدا

سلیماں کو خط بلقیس سے بھی یوں نہ حظ اُٹھتا
خوشی ہوتی ہے ایسی اُس طرف کی ڈاک سے پیدا

لباس اُس یوسفِ گلپیرہن نے جب نیا پہنا
تو بُوئے پاکدامانی ہوئی پوشاک سے پیدا

حلاوت تلخیٔ ایام میں ہے تلخ کاموں کو
نہ ہوگا شہد ہرگز حنظلِ افلاک سے پیدا

رہیں پژمردہ غنچے ہر شجر ہو نخلِ ماتم کا
گلستاں بھی ہو گر اس دیدۂ غمناک سے پیدا

کبھی چشمِ حقارت سے نہ دیکھو خاکساروں کو
تہمتن بھی ہوا ہے ایک مشتِ خاک سے پیدا

بڑا سفاک عیّار زمانہ صید افگن ہے
اشارے آنکھ کے ہیں حلقۂ فتراک سے پیدا

دیا ہے حال کا بوسہ جو چشمِ مست کا مانگا
شرابی کو نہ ہوگا نشہ اس تریاک سے پیدا

اشارہ ہو اگر گلشن میں چشمِ مست ساقی کا
سبوئے میکدہ ہو جائے دستِ تاک سے پیدا

عجب کیا ہے کہ فیضِ ساقیٔ کوثر سے محشر میں
مثالِ لالہ ہوں ساغر بکف ہم خاک سے پیدا

دوی کو اپنے دل میں تو جگہ ہرگز نہ دے مشرک
ہزاروں صورتیں ہو جائینگی شراک سے پیدا

ملا ہے کربلا کو یہ شرف خونِ شہیداں سے
فرشتے ہوتے ہیں تسبیح کو اس خاک سے پیدا

تمنائے شہادت عاشقوں کی رنگ لائیگی
ہوں خونریزی کے جوہر خنجرِ سفاک سے پیدا

دیدارِ روے یار میں حج کا ثواب ہو گیا
ابرو کا طاق کعبے کی محراب ہو گئی
توبہ کے بعد بادہ پرستی روا نہ تھی
سامان پر بہر خاطرِ احباب ہو گئی
کیوں تم نے ان کو خط میں لکھا جانِ من سفیر
مشہور دشمنوں میں یہ القاب ہو گئی

ولہ

دل اب آمادہ مصالحت ہوا
مجھ سے وہ عمر بھر نہ صاف ہوا
کیا خطا کی ہے کیا خلاف ہوا
پہ بھی جرمِ سکوت بیان ہوا
پھر خمیس آ رہے ہیں مسجد میں
دل کو پھر شوقِ اعتکاف ہوا
اس کے گیسو کا وصف لکھ لکھ کر
میرا خامہ بھی مو شگاف ہوا
اپنی شکل اپنے دل میں آئی نظر
آئینہ بن گیا یہ صاف ہوا

ردیف الف ۱۴

ذرہ ذرہ نے دکھائی ہم کو گلشن کی بہار
عکس روے یار سے پھولوں کا اک خرمن رہا

جو بضاعت عمر بھر کی تھی وہ سب لے لی سفیر
لٹ گیا میں دشت میں محتاج کب رہزن رہا

جب سرو شرم قد سے ترے آب ہو گیا
طوق گلوے فاختہ گرداب ہو گیا

آنسو بہا کے لے گئے آخر غریب کو
دامن ہمارا دامنِ سیلاب ہو گیا

کیا کیا شبِ فراق میں چھٹکی ہے چاندنی
چمکا یہ دل کا داغ کہ مہتاب ہو گیا

لکھوایا دستِ غیر سے خط کا مرے جواب
ان بیوفائیوں سے تو دل آب ہو گیا

جب دل کو تھا قرار مرے کچھ نہ قدر کی
اب کیا ٹکیگا ہاتھ میں سیماب ہو گیا

دھونڈا کہاں کہاں شبِ تاریک میں اوسے
میں بن گیا چکورہ مہتاب ہو گیا

جب اپنا حال اُن کو سنایا تو یوں کہا
اب مختصر بھی کیجئے اطناب ہو گیا

جب دو قدم چلی مرے خورشید رو نے راہ
سایہ بھی عکس مہرِ جہانتاب ہو گیا

نالے تھے دلگداز کسی کے فراق میں
جو سنگ میل رہ میں پڑا آب ہو گیا

قطرے عرق کے خوشۂ پرویں جو رخ پہ ہیں
خط سیاہ خرمنِ مہتاب ہو گیا

جھمکنا وہ مسکرا کے جو یاد آ گیا مجھے
چمکی فلک پہ برق میں بیتاب ہو گیا

بوسہ لیا جو لب کا تو تسکینِ دل ہوئی
بیمار ہجر کے لئے عناب ہو گیا

میں ہوں اپنے قصور پر نادم
سب خطا کا نہ اعتراف ہوا
جھگڑے اپنے ہیں حسینوں سے
[illegible]

ولہ

[illegible]

ولہ

[illegible]

شبِ فرقت اگر نالہ مرا آتش فشاں ہوگا
زمیں زیرِ قدم ہوگی نہ سر پر آسماں ہوگا

عجب کیا نالۂ بلبل کرے کام آتشِ گل کا
بھڑک کر آہ کا شعلہ چراغِ آشیاں ہوگا

نمازِ جمعہ میخانے میں ہوگی پاک نیت سے
جو واعظ پیشوا مسجد میں یاں پیرِ مغاں ہوگا

ابھی تو ابتدا ہے ہونے دو ہم رنگ ابر سکو
برسنے کے بھی قابل اپنی آہوں کا دھواں ہوگا

ہماری آہِ سوزاں ہی جلائیگی ہمیں اکدن
بھڑک اٹھیگا جو شعلہ وہ برقِ آشیاں ہوگا

غبارِ معصیت ہے صندلِ پیشانیٔ زاہد
کھلیگا حالِ آئینہ وہ سنگِ آستاں ہوگا

تری درگاہ کو سمجھے ہیں ہم سرچشمۂ رحمت
تہیدستانِ قسمت کا اسی جا امتحاں ہوگا

توکل پیشہ جو ہے کب فریبِ دانہ کھاتے ہیں
سدا شاخِ قناعت ہی پہ اُن کا آشیاں ہوگا

حسیں پوچھیں نہ پوچھیں مجھکو پروا ہی نہیں اسکی
محبت بیغرض ہے کیوں نہ عشق جاوداں ہوگا

فلک کو چھیڑ ہے منظور خود بھیجیگا تحفے میں
جہاں میں جو نیا غم ہوگا مجھکو ارمغاں ہوگا

خیالِ دلستاں میں آنکھ لگجانا ہی راحت ہے
مجھے ہر نیند کا جھونکا مسیحائے زماں ہوگا

جرس کی بھی صدا سے آہ کچھ نالے نکلتے ہیں
الٰہی دل جلا کوئی شریکِ کارواں ہوگا

نوشانِ فقر سے واقف نہیں منعم دکھادینگے
کہ تیرے نام سے اونچا ہمارا آستاں ہوگا

ہزاروں ناز کر انداز آئینگے آغوش میں اپنے
قدِ خم گشتہ پیری میں اگر جھک کر کماں ہوگا

مرا دیوان گلہائے مضامیں کا گلستاں ہے
سفیر اس باغِ عالم میں نہ مجھسا باغباں ہوگا

ولہ

[illegible]

اب دل سے [illegible] اختر بخت سیاہ کا

[illegible] پانی جو چاہ کا

رحمت سے اپنی کام نہ لیگا تو وہ کریم

کیا حال ہوگا حشر میں مجھ روسیاہ کا

[illegible]

اک دن پڑیگا صبر کسی بیگناہ کا

ہاں طبع آزمائی کرے عندلیب پھر

سرو چمن بھی مصرعِ موزوں ہو آہ کا

اے شیخ خوب بادہ کشی سے ملا فراغ

رخ بھی بہار میں نہ کیا خانقاہ کا

۱۴

مہیا سنگِ مرقد لوحِ تربت شمع کافوری

گریباں کو کیا جب چاک جا پہنچا وہ دامن تک

مکانی ہو گئی زینت سفر سے جیب مکیں آیا

جب آیا چاک دامن میں تو مرے تا آستیں آیا

سفیر اپنا بھی ہے مسلک بقولِ حضرتِ آتش

نیاز اُس سے کیا پیدا نظر جو ناز نیں آیا

کیوں نہ ہو تیمور بھی ممنون پائے لنگ کا

داغ ہیں اس میں نمایاں چرخ کے نیرنگ کے

ساقئ گلرو مبارک آگئی فصلِ بہار

ڈوب کر اس میں نہ دل عشاق کے اُبھرے کبھی

خاتمِ دستِ سلیماں ہی جہاں میں کیوں نہ ہو

شاہد اِس باغ سے مانوس ہو جانے پہ بھی

تارِ مژگاں ہی جو اُس پر مصقلہ ہوتا رہا

جیتے جی ہی روح پریاں ہونے لگتا ہے فشاں

موسمِ گُل میں غنیمت ہی یہ صحبت اندنوں

مردِ میدانِ شجاعت ہے تو کچھ جوہر دکھا

وادئ غربت میں پانی ہوگیا ہر سنگ میل

پاؤں جب ٹوٹا تو پایہ بن گیا اورنگ کا

دل ہے گلدستہ مرا گلہائے رنگا رنگ کا

آج پھر بھڑکیگا شعلہ آب آتش رنگ کا

موجِ دریا بنگیا لہرا تری سارنگ کا

روسیاہی کا ہے باعث دھیان نام و ننگ کا

شعر جب کہتا ہوں کہتا ہوں میں اپنے رنگ کا

تیغِ ابرو پر نہ دھبہ آنے پایا زنگ کا

دھیان آجاتا ہے جسدم مجھکو گورِ تنگ کا

زمزمہ بجاتا ہے دل کو مرغِ خوش آہنگ کا

ہر سپاہی کو صدا دیتا ہے میدانِ جنگ کا

راستہ میں نے کیا طے سیکڑوں فرسنگ کا

[illegible]

مبہم تھا پہلے اب رُخ و گیسو سے یار کے
مطلب کھلا جہاں کے سپید و سیاہ کا

آرام سے ہے کون زمانہ ہے منقلب
یہ بھی اثر ہے یار کی ترچھی نگاہ کا

لاکھوں ہزاروں طالبِ دیدار جمع ہیں
میدانِ حشر نام نہ ہو جلوہ گاہ کا

نکلا جو آفتاب تو سمجھا یہ دل میں میں
پردہ نہ اُٹھ گیا ہو تری خوابگاہ کا

میں سلطنت اُسی کی سمجھتا ہوں اے **سفیر**
ہو کر فقیرِ دل جو رکھے بادشاہ کا

اگر زینت فزائے بزم وہ شیریں سخن ہوگا
سرشکِ تلخ اپنا آج نقلِ انجمن ہوگا

نہ چلنے پائینگے ہم دو قدم بھی ناتوانی سے
جہاں نقشِ قدم ہوگا وہیں اپنا وطن ہوگا

دہانِ یار کو سربستہ غنچہ میں سمجھتا ہوں
جھڑینگے پھول بھی اُس سے اگر گرمِ سخن ہوگا

مری دیوانگی تا حشر شاید طول کھینچے گی
قیامت زا قیامت خیز چاکِ پیرہن ہوگا

نہ چھیڑو مجھکو آنکھوں میں ہے طوفانِ بلا اور پر
رُکیگا پھر نہ روکے سے جو دریا موجزن ہوگا

ہے جلوہ ایک ہی ہر جا یہ اپنا اپنا مسلک ہے
جو میں کعبہ میں ہونگا بتکدہ میں برہمن ہوگا

کھلے بندوں کہے جاتی ہے اپنا تعلق مینا
زمانے میں نہ ساقی سا کوئی پیماں شکن ہوگا

پہنچ جاؤں گا میں بھی اُس پتے سے جس جگہ تو ہے
ترا نقشِ قدم ہی رہبرِ راہِ وطن ہوگا

نگینِ شاعری کیونکر نہ ہو بیقدر عالم میں
نہ اکبر سا شہنشہ اور نہ ایسا نورتن ہوگا

ولہ

۱۵ سفیرانِ سخن

غلام ساقیٔ کوثر ہوں مجھکو خوف ہی کیا ہے
کریگا دستگیری حشر میں پیرِ مغاں میرا

ولہ

قدر اس کی ہے زیادہ کہ فزوں اُس کا وقار
آسماں کو بھی بہت عقدِ ثریا پہ ہے ناز
دلِ بیتاب ہتیلی کا پھپولا ہے مجھے
دل یہ کہتا ہے کہ پھر بزم حسیناں میں چل
جو سے شیر اُسکو فلک تو نے تو کاٹے ہی دی
پھر نظر میں نہ سمائیگا یہ گلشن اُس کی
دیکھکر اس کو بہت آگ بھبولا ہو گا
یدِ بیضا کے جو قائل ہیں کسیدن اُن کو
تو بہت شوخ ہے اے برق جبھی سمجھو نگا

لیلۃ القدر بھی ہی کھول کے جوڑا دکھلا
آج تو اپنے گلے کا اُسے مالا دکھلا
وہ یہ کہتے ہیں کہ پھر اُس کا تڑپنا دکھلا
آنکھیں کہتی ہیں کہ پریوں کا اکھاڑا دکھلا
خون فرہاد سے بہتا ہوا دریا دکھلا
باغباں کو بھی کسی دن قدِ رعنا دکھلا
چرخ نیلی کو بھی گلنار ڈوپٹا دکھلا
اے پریزاد ذرا اپنا کفِ پا دکھلا
بیقراری کا مری کھینچکے نقشا دکھلا

اے خدا جلد پہنچ جاے خراساں میں سفیر
جیتے جی اُس کو تو اب مرقدِ مولا دکھلا

۱۶

نہ ہوا حیف گذر یار پری پیکر کا
دھیان ابرو کا بھی ہے اور مژہ دلبر کا
باغباں رنگ ہی گلشن کا بدل جائیگا
اہل تمکیں کو نہیں خوف فرومایہ سے

روز دروازہ کھلا رکھتا ہوں اپنے گھر کا
زخم نیز کیا جو ہے گھاؤ بھی ہے خنجر کا
رُخ رنگیں سے اگر یار کے آنچل سرکا
برق خاطف سے ضرر کچھ نہیں خاکستر کا

وله

باغِ عالم میں کلی دل کی مرے کھلتی نہیں
غنچہ بھی چٹکا تو یہ اندوہگیں ہو جائیگا

باعثِ ایذا رسانی ہوگا وحشت میں لباس
آستیں کا تار مارِ آستیں ہو جائیگا

ایک دن ہونگے تہ و بالا زمین و آسماں
یہ بنے گی آسماں اور وہ زمیں ہو جائیگا

آگ لگ جائیگی اس پردے کو لے پردہ نشیں
دل جلوں کا جو نفس ہے آتشیں ہو جائیگا

دل ہیں اُلفت کا پریرویانِ عالم کی ہی نقش
داغِ دل مہرِ سلیماں کا نگیں ہو جائیگا

ذرّے افشاں کے جبیں پر دیکھکر آئیگا رشک
گھٹ کے اک تار یسے کم مہرِ مبیں ہو جائیگا

دل سے نکلیگی نہ کچھ آوازِ فریاد و فغاں
کشتۂ تیغِ نگاہِ سرنگیں ہو جائیگا

آئینہ ہو یا کہ پشتِ آئینہ دونو ہیں ایک
پیار سے دیکھوگے تم جسکو حسیں ہو جائیگا

غیر سمجھیگا انہیں لکھ کے خطِ اشتیاق
دور آنکھوں سے جو ہے دل سے قریں ہو جائیگا

فرقتِ ساقی میں بھی آئیگا میخواری کا لطف
ہر لہو کا گھونٹ آبِ آتشیں ہو جائیگا

مصرعِ اُستاد لکھ رکھنے کے قابل ہے سفیر
دبتے دبتے آسماں اک دن زمیں ہو جائیگا

۱۷

ولہ

آسماں تک تو گذر ہے نالۂ شب خیز کا
آزماتا ہوں کہاں تک دم ہے اس شبدیز کا

ہے تصور دل میں کس کے ابروے خونریز کا
جو نفس ہے کام کرجاتا ہے تیغِ تیز کا

بسملِ مژگاں کے سینے پر چھڑک دی مشکِ زلف
زخم اچھا کسطرح ہو دشنۂ خوں ریز کا

بے زبانی سے مری افشا ہوا ہے راز کا
خامشی سرمہ بنی ہے دیدۂ غماز کا

ہم شبستاں میں اثر ایسا تری آواز کا
پردہ فانوس بھی پردہ بنا ہے ساز کا

قمِ باذنی کی صدا ہے جی اُٹھے عاشق تمام
اپنی سیلِ اشک ہے خانہ خرابی کی دلیل
ہمتِ مرداں کے شامل ہو گئی تائیدِ رب
مرغ ہمدردی کریں انساں کی اللہ رے وفا
نسرِ طائر ہو گیا ہے آکے ٹکڑی میں شریک
داستاں اپنی کہاں تک میں سناؤنگا اُسے

کیوں لبِ جاں بخش کو دعوےٰ نہ ہو اعجاز کا
حال اب معلوم ہوگا مفسدہ پرداز کا
کوہِ غم سر پر اُٹھانا ہے اُٹھانا ناز کا
کام دے پہرے کا جوڑا ہو جو گھر پر قاز کا
عرش پر ہے اب دماغ اُس کے کبوتر باز کا
ناک میں دم آگیا مجھ سے مرے دمساز کا

جب تو پینے کو ملیگا بادۂ خلّر سفیر
ہم بھی ٹھیکہ لیں گے چلکر خطۂ شیراز کا

شاہرانِ باغ کی خاطر جو دل آوارہ تھا
گردبادِ دشت کا سر پر مرے پشتارہ تھا
عالمِ طفلی ہی سے ہوں صاحبِ عزّ و وقار
شب کو ہم نے اُس کے باغِ حسن کی لوٹی بہار
ساتھ انہیں دونوں نے ذرات اشکبار میں دیا
جو گذرتی مجھ پہ تھی صحرا میں تھی اُسکو خبر
موسمِ گل میں اُجاڑ آشیاں اُس کا عبث

دامنِ گلچیں ہمارا دامنِ نظّارہ تھا
بن کے میں ریگِ رواں صحرا میں جو آوارہ تھا
آشنائے لنگرِ تمکیں مرا گہوارہ تھا
دامنِ امید میں اپنے گلِ نظارہ تھا
شمع اک ہمدرد تھی میری تو اک فوّارہ تھا
خضر میں سمجھا تھا جس کو یار کا ہرکارہ تھا
باغباں گلشن میں کیا بلبل ہی اک بیچارہ تھا

[illegible]

[illegible] سفیر [illegible]

ولہ

صفحہ ۱۹

تقدیر کے حوالے کیا میں نے اپنا کام
عاجز جو تھک کے وصل کی تدبیر سے ہوا

اُلٹی نقاب چہرۂ زیبا سے اُس نے کیا
روشن زمانہ مہر کی تنویر سے ہوا

پیشِ خدا بھی عذر رہا اک نہ اک اُسے
نادم کبھی نہ اپنی وہ تقصیر سے ہوا

برسوں کے بعد آج نظر آئی شکلِ وصل
شاید کہ سہوِ کاتبِ تقدیر سے ہوا

بے فیض سے نہ فیض پہونچنے کی رکھ امید
حاصل ثمر نہ دانۂ زنجیر سے ہوا

معشوق و مئے حلال ہے عہدِ شباب میں
معلوم یہ سفیر کی تفسیر سے ہوا

شبابِ حُسن کی مستی سے زور چل نہ سکا
سنبھالتے تھے ڈوپٹہ مگر سنبھل نہ سکا

کسی کی زلف کے حلقے سے دم نکل نہ سکا
قضا کا وقت جو آیا تھا سر سے ٹل نہ سکا

خیال تھا کہ نہ بھر جائے دامنِ قاتل
رگِ گلوئے بریدہ سے خون اُچھل نہ سکا

غضب ہے قہر ہے آفت ہے اُفعیِ گیسو
چراغ سانپ کا بھی جسکے آگے جل نہ سکا

چڑھائی اُس نے جو تیوری تو کھنچ گئی تلوار
فلک بھی رنگ زمانے کا یوں بدل نہ سکا

کفن میں میں تھا حنا بند میں تھے اُسکے ہاتھ
مرے لئے کفِ افسوس بھی وہ مل نہ سکا

جمالِ یار دکھائیں گے ہم تمہیں موسیٰ
زباں سے پھر نہ یہ کہنا کہ میں سنبھل نہ سکا

تمہارے عشق میں جل جل کے سوختہ تھا یہ دل
جلایا برقِ تجلّی نے بھی تو جل نہ سکا

باپ بھی ناصح نہیں ہے ناخلف فرزند کا
خواجۂ عاقل محب ہے [illegible] کا
[illegible]

[illegible]

سفیر [illegible]

اشارہ کر رہا ہے آج مجھسے چین ابرو کا
ترازو کب ہی کر دیگا علاج اس درد پہلو کا
جو ہے خط سیاہ جدول تو شیرازہ ہے گیسو کا
سر دیوان رہیگا اپنے مطلع ان کے ابرو کا
قناعت سے فرش بوریا اورنگ سلطانی
سلیماں کے نگیں کا نقش ہے یا نقش پہلو کا
جو تولا چشم سحر بار اور اعجاز عیسیٰ کو
جھکا جاتا ہے جادو کی طرف پلہ ترازو کا

ولہ

[illegible]

ولہ

ہوں جو دیوانہ ترے رخسار پر تنویر کا
جوہر آئینہ حلقہ ہے مری زنجیر کا

روئیگی خون سرِ فرہاد بہتا دیکھکر
ذکر شیریں کو بہت بھاتا ہے جوئے شیر کا

نالہ پر درد سے صیاد بسمل ہو گیا
کام منقارِ عنادل نے کیا ہے تیر کا

شب کو اب اہلِ محلہ کب جلاتے ہیں چراغ
سب کے گھر میں ہے اُجالا نالۂ شبگیر کا

تلخکامی تھی حلاوت عہدِ طفلی میں مجھے
ذائقہ پستانِ حنظل سے ملا ہے شیر کا

یار نے وقتِ تکلّم پیار سے ڈالی نظر
باتوں باتوں میں نشانہ بن گیا میں تیر کا

جان کر دیوانہ اپنا اُس نے پھیری مجھ سے آنکھ
گردشِ چشم پری حلقہ بنا زنجیر کا

تیشۂ فرہاد گر دیکھے ہو پانی شرم سے
کوہ میں در آتا ہے نالہ مری زنجیر کا

عالمِ رویا کی حالت پوچھ لیں گے یار سے
مُنھ سے یوسف کے مزا ہے خواب کی تعبیر کا

مردِ پابندِ علایق رہ نہیں سکتے کبھی
سلسلہ شیروں کو کب بھاتا ہے اس زنجیر کا

چشمِ حسرت سے تری جانب دیکھے کسطرح
کہکشاں کو کب ملا سونا تری زنجیر کا

آسیا کی طرح میں بھی ہو گیا عزلت گزیں
مجھکو گھر بیٹھے پہنچتا ہے مری تقدیر کا

اپنی اپنی عقل دوڑاتے رہے کج فہم سب
حل ہوا تدبیر سے کب مسئلہ تقدیر کا

مجھسا وحشی ایک عالم کے مرقع میں نہیں
کھینچکر رکھا تو خاکہ اُڑ گیا تصویر کا

[illegible]

[illegible]

ولہ

[illegible]

تری تصویر میں نیرنگئ عالم دکھاتا ہے
اُجالا صبح عارض کا اندھیرا شام گیسو کا

مجھے ہر ہر قدم پر آج بوئے مشک آتی ہے
صبا نے کیا چمن میں عطر کھینچا اُس کے گیسو کا

دورنگی اے سفیر اب چھوڑ کر یکرنگ ہو جاؤ
لگا رکھا ہے پیچھے اپنے کیوں جھگڑا من و تو کا

کھلنے نہ دیگی مہر خموشی دہاں مرا
کس طرح ہوگا راز نہفتہ عیاں مرا

مشکل ہے صیدگاہ جہاں میں مفر مجھے
پیچھا کئے ہوئے ہے وہ ابرو کماں مرا

وہ خاکسار ہوں جو ملے اُس کے دل میں جا
اونچا ہو نہ فلک سے ابھی آشیاں مرا

ہر وقت میری بات کو وہ کاٹتا رہا
اُس کے خیال تک بھی نہ پہونچا گماں مرا

ٹھنڈا ہوا کبھی نہ علم اپنی آہ کا
لہرا رہا ہے اوج فلک پر نشاں مرا

مرنے کے بعد خاک جہاں گرد ہو گئی
بنکر ہما اڑا ہے ہر اک استخواں مرا

خانہ بدوش ہوں اُنہیں کیا گھر کا دوں پتا
موج ہوا ہے سیل رواں ہے مکاں مرا

سر پیٹ لیگی اپنا جو دیکھیگی اُس کو برق
صیاد نے اُجاڑ دیا آشیاں مرا

جب بال و پر غبار تمنا سے پاک ہوں
کیوں شاخ گل پہ ہوگا گراں آشیاں مرا

قسمت سے آگئی تھی الٰہی شب وصال
دشمن رہا ہے آٹھ پہر آسماں مرا

کوٹھے پہ اُن کو کوئی سنبھالے رہے ذرا
ہوگا اُسی طرف سے جنازہ رواں مرا

[illegible]

۲۱

[illegible]

[illegible]

ولہ

شامِ غم میں ہر آنسو گوہرِ یکدانہ تھا
ساقیا مے [illegible] شکستِ آرزو پیمانہ تھا
دل مرا مضمون طرازِ جلوۂ جانانہ تھا
نقشِ پا آشنا [illegible] بیگانہ تھا
[illegible] قیس پر نازاں رہا [illegible]
[illegible] عبرتِ مردانہ تھا
جو ہم اندیشہ جس صحرا میں پا در گل ہوا
[illegible] آخر دل دیوانہ تھا

[illegible] شوق وہاں [illegible]
کلام کیا دیگا [illegible] وقت پر ذکرِ حریف
چاہے وہ جس کو سُنے اک ہی افسانہ تھا
بھیج دیتے ہم بھی لکھ کر شرحِ افسونِ نیاز
بار بھی دور وہ تھا وہاں حُسن گر بیگانہ تھا
رات کو اُس کی وفا بھی تھی فروغ افزائے بزم
شمع کے پہلو ہی میں دل سوختہ پروانہ تھا
خلق سے وہ کام گر لیتا نہ ہوتے ریش خند
نشہ میں جو فعل تھا اپنا وہ گستاخانہ تھا

خاک کردیگی جلا کر جو اُسے برقِ نظر	دل نہ پہلو میں نہ دل میں غمِ جاناں ہوگا
اکرم اللطیف پہ گر اُس کا عمل ہو جائے	میزباں حسن سا نے عشق سا مہماں ہوگا
اک کھٹک سی مرے پہلو میں رہا کرتی ہے	چھپ کے بیٹھا ہے جو دل میں ترا پیکاں ہوگا
فکرِ حداد کو کیوں طوق و سلاسل کی نہو	پھر بہار آئی مرا چاک گریباں ہوگا

ایک بھی میری نہ مانی بتِ کافر نے **سفیر**
میں یہ کہتا ہی رہا خون مسلماں ہوگا

رخ ہوا اُس جانب جو میری آہِ عالم سوز کا	رنگِ تمیا جلے خورشید جہاں افروز کا
پاس خوردی نے سرِ راہ اگر کر رکھا مجھے	ورنہ ہوں اُستادِ پیرانِ ادب آموز کا
فتح پائی کوہ کن پر خون کی ندی بہی	واہ کیا کہنا ہے تیسیر میں خسرو فیروز کا
اُن کے ابرو کے تصور میں جو شب کو سو گئے	عالمِ رویا میں چاند آیا نظر نو روز کا
پار سے تاریکئ شب میں ہے وعدہ وصل کا	جلد منہ کالا ہو یارب شامِ غم اندوز کا
داغِ دل ہونے لگا زینت فزائے بزمِ یار	ہے شبستاں میں اُجالا شمعِ شب افروز کا
زہر بھی دیجے تو کھانے میں نہیں مجھکو دریغ	میرے مرنے سے اگر مٹتا ہے جھگڑا روز کا

دیکھ کر زخمِ جگر کو گر پڑی سوزن **سفیر**
ہاتھ یہ کانپا ہے جراحِ جراحت دوز کا

دیوان [illegible]

[illegible] ایسی
پاور لواتی تھی وہ حسنِ صبیح
شمع کافوری میں بھی اک جلوۂ جانانہ تھا
[illegible] شور سے کانوں تک نہ پہنچ سکے
[illegible] سر جانانہ تھا
[illegible] ابھی اتنا [illegible] رات بھر
[illegible] افسانہ تھا
بیٹھ کر [illegible] قاصد سے سمجھایا نہ تھا
کچھ نہ تھا قصہ تھا جو [illegible] **سفیر**
[illegible] اکیلا عشق کا بیان [illegible]
خضر کا [illegible] سایا نہ تھا

ولہ

[illegible]

یہ بھی اک مصلحت تھی غیروں میں	میری جانب نہ تھی نگاہ تو کیا
دل میں بھی چاہیئے کچھ اُس کا یقین	کہدیا منہ سے لا الٰہ تو کیا
وصل کی رات کٹ گئی ساری	اب وہ ہوتا ہے عذر خواہ تو کیا
ہوں بباطن فقیر مستغنی	ہے جو ظاہر میں حُب جاہ تو کیا

رنگ جمتا ہے اس طرح سے سفیر
یوں ملے اُس سے گاہ گاہ تو کیا

جو نور افزائے شمع زندگانی ہجر اُس کا تھا	شب تاریک میں روشن چراغ داغ سودا تھا
بدل جاتی تھی ہر دم تلخئ دشنام لذت سے	میرے لب سے قریں اُس کا لب لعل شکر خا تھا
گلا اُس کا حریف روسیہ کیوں مجھ سے کرتا ہے	وہ تھا اک بیوفا ظالم نہ میرا تھا نہ اُس کا تھا
طبیبوں کے اٹھائے ناز اتنا بھی نہ میں سمجھا	کہ جس پر جان جاتی تھی وہی میرا مسیحا تھا
نہ اُف تک میں نے کی ظالم تری جور و جفا سہکر	مرا ہی دل تھا اے ظالم یہ میرا ہی کلیجا تھا
بدن پر بار تھا سر کٹ گیا اچھا ہوا خوش ہوں	یہ قاتل کا بھی منشا تھا قضا کا بھی تقاضا تھا
لڑائیں چپکے چپکے تجھ سے آنکھیں چاند نے شب بھر	جو تیرے موتیوں کا ہار ہمرنگ ثریا تھا
حباب آسا جو میں نے ایک دم کی زندگی پائی	مری چشم حقیقت بین میں قطرہ تھا نہ دریا تھا
کہاں کا عشق کیسی عاشقی جھگڑا ہی مٹ جاتا	شب فرقت کی بیتابی سے مرجاتے تو اچھا تھا

بیاں [illegible] رضوان [illegible] دربان جاناں کا
بہشت [illegible] انتظار [illegible] طوبےٰ کا
سفیر [illegible] کہ [illegible] بیابان کا
جہاں [illegible] کیا مہمان [illegible]

وله

صبا تجھ سے [illegible] سفستان کا
جو [illegible] سنبل [illegible] ریحان کا
[illegible] غفور الرحیم [illegible]
وہ [illegible] آفتاب [illegible]
ہے خوف [illegible] جان کا
تو [illegible] ایمان کا
اور [illegible] سکندر [illegible]
امیدوار [illegible]
نمود سبزہ خط [illegible] سلیمان کا
نگاہ [illegible] گلستان میں [illegible] عقیق
پڑھا ہے [illegible] گلستان کا

۲۳

دیوان سفیر

عجب نہیں وہ ہمیں بھی کبھی غنی کر دے
ہے دور دور زمانے میں شاہ عثمان کا
[illegible] وضع دو رنگی دنیا میں
[illegible] خاطر تمکین نہیں [illegible] کا
رضا و صبر کا [illegible] شکوہ
ہے دل میں درد بھی ارمان بھی ترک درمان کا
[illegible] پہ کب دخل نامرادی ہے
خدا [illegible] کام انسان کا
سفیر آئے گا وہ دن بھی [illegible]
خدا نے چاہا تو پھر عزم ہے خراساں کا

وله

دل میں [illegible] عثمان کا
کون [illegible] سلطان کا
[illegible] دن [illegible]
یاد آ جاتی ہے [illegible] دربان کا

دل جو تڑپے نہ رکے قافلہ اشک کا تھم
تن بھی ہوں ایک دار کا دل بھی ہے ایک دار کا
دو قدم آگے آگے ہے راہبر اس قطار کا
جس کا کبھی گمان نہ تھا نقشہ مجھے دکھا دیا
آنکھوں نے اس کی کھینچ کر گردش روزگار کا
توبہ کروں بہار میں یہ تو نہ ہوگا حشر تک
آج چلیگا دور پھر بادۂ خوشگوار کا
ناصح خود پسند نے خوب کہی یہ بات کل
ہوش میں جب بجا نہ ہوں شکوہ عشق یار کا

ولہ

[illegible]

لڑ گئی آنکھ کسی نرگس سمرقندی سے	چھوڑ کر ملک دکن قصد ہے ترکستاں کا
صبح سے شام ہوئی شام سے پھر صبح ہوئی	اُن کا آنا ابھی نکلنا ہے مرے ارماں کا
زیب دستار کروں خاطر احباب سے کیا	بار ہے سر پہ مرے پھول بھی اک احساں کا
اُس کو سمجھاؤں کہاں تک یہ سمجھتا ہی نہیں	وہی حافظ ہے محبت میں دل ناداں کا
شب کو محفل میں جو آ بیٹھے تو اے شمع مراد	کار فانوس کرے دور ترے داماں کا
آگ کو آگ جلاتے نہیں دیکھا ہم نے	کیا ضرر ہوگا جہنم سے دل سوزاں کا

اُس کا گیسوئے مسلسل ہے ہر اک شعر سفیر
خالِ محبوب ہے ہر نقطہ مرے دیواں کا

خفقان تھا نہ جنوں تھا نہ مجھے سودا تھا	اک فقط عشق بھی اُس یار پریوش کا تھا
نہ کھلے تیغ کمالات کے جوہر افسوس	گوشہ گیری ہی کے باعث میں کماں آرا تھا
دائرے ہی میں رہا عشق و محبت کا اسیر	مثل پرکار میں سرگشتہ و پا بر جا تھا
چشم سیگوں کی محبت نے کیا تھا سرمست	شوق بے بادہ و دل قلقل و سد مینا تھا
اُس سہی قد کی محبت میں ہوئے ہم رسوا	طوق گردن میں تھا قمری کی طرح ڈالا تھا
شکن زلف سہی تھا سلسلۂ وحشت دل	میرا ہر حلقۂ زنجیر جنوں فرسا تھا
بھر گیا موتیوں سے دامن دلدار سفیر	اشک جو آنکھ میں میرے تھا در یکتا تھا

[illegible]

ولہ

[illegible]

عشاق کو پریوں کے یہ کیوں ہوتی ہے تعزیر
دوزخ سے ڈریگا وہی لے زاہد ناداں
یوں لخت دل آنکھوں تلک آتی نہیں دیکھے
ہوتی ہے یہاں سیر جنوں خیز حقیقت
ہے خندۂ صد عیش گل زخم بدن میں
انگار ہو تو خاکستر ذلت بھی ہے عزت
جینے کا جو بیمار محبت کے یقیں ہے
سیلاب خیال اُس کا اُمڈ آتا ہے دل سے
بہکی ہوئی باتیں تو ہیں زاہد کی کسی نے
کم سن سہی کیا پاس نہیں اُن کو زباں کا
سنتا ہے یہ دل عشق و محبت کی کہانی
بیمار محبت کا خدا ہی ہے نگہباں
کیا اُس کی طرف عرش کی آنکھیں نہ لگی تھیں
چپکے سے مرے دل کو سرِ راہ اٹھا لیں
دروازہ نہیں گر تو دریچہ ہی کھلا ہو

ایسا کوئی فرمان سلیماں نہیں دیکھا
جس نے کہ عذاب شب ہجراں نہیں دیکھا
یوں سایۂ مژگاں میں چراغاں نہیں دیکھا
دیکھو جو کبھی دل میں بیاباں نہیں دیکھا
کھلتا ہوا یوں غنچۂ پیکاں نہیں دیکھا
عریاں ہوں کسی نے مجھے عریاں نہیں دیکھا
کیا نبض کو اے عیسیٔ دوراں نہیں دیکھا
رستے میں ہے گھر اور اُسے ویراں نہیں دیکھا
خمیازۂ کش بادۂ عرفاں نہیں دیکھا
دھاگے کیطرح ٹوٹتے پیماں نہیں دیکھا
ایسا بھی زمانے میں پُر ارماں نہیں دیکھا
دنیا میں تو اس درد کا درماں نہیں دیکھا
اللہ کے محبوب کو مہماں نہیں دیکھا
پھر اُس پہ یہ تکرار کہ ہاں ہاں نہیں دیکھا
مستوں کو ابھی آپنے رضواں نہیں دیکھا

ولہ

۲۵ نعتیں

مانا کہ متقی ہو تم اے سیفی صاحب
گر یار نے پلا دی پھر اجتناب ہو گا

ولہ

روشنی صبح بناگوش صنم میں ہے سفیر
شام کیوں کر نہ ہو گیسوئے دوتا سے پیدا

بس الفتِ گیسو میں جو اچھا نہیں ہوتا
کیا جن کا کسی شخص کو سایا نہیں ہوتا

تو پیرِ مغاں پیرِ خرد کا بھی ہے اُستاد
کس روز یہاں حلِ معمّا نہیں ہوتا

بڑھتی ہی چلی جاتی ہے اب کجروئے چرخ
بانکوں سے بھی کمبخت یہ سیدھا نہیں ہوتا

مانا کہ دماغ آپکا ہے چوتھے فلک پر
مسجودِ ملائک تو مسیحا نہیں ہوتا

دکھلائے اثر جذب تو اے پنجۂ یوسفؑ
تو شانہ کش زلفِ زلیخا نہیں ہوتا

مے پی کے میں کب سیر دو عالم نہیں کرتا
کب جام میں صد گونہ تماشا نہیں ہوتا

وہ کونسا دن ہے جو گذرتا ہی خوشی سے
کس روز میرے آپکے جھگڑا نہیں ہوتا

رہتا ہے سیہ خانۂ دشمن سے ہویدا
پنہاں وہ چراغِ رخِ زیبا نہیں ہوتا

اس عشق و محبت کا زمانے میں ہے چرچا
میرا نہیں ہوتا کہ تمہارا نہیں ہوتا

الفت میں سفیر آپ ہی پر ختم ہوا صبر
ایسا تو کسی کا بھی کلیجا نہیں ہوتا

عشق گر حضرت یوسف کو نہ رسوا کرتا
چاک کیوں دامنِ ناموس زلیخا کرتا

دستِ رنگیں سے جو وہ زلف میں شانا کرتا
طائرِ رنگِ حنا دام میں پھڑکا کرتا

کیوں سفیر آپ کے ملنے کی تمنا کرتا

ولہ

مرکے رخنہ جو گیسوئے سیہ فام آیا
پکار اٹھا میں کہ دن اب قریب شام آیا

ولہ

غالب ہوں دشمنوں سے پیالہ ہے جام کا
شیدا ہوا ہوں میں حسین علیہ السلام کا
واقف ہیں اہل علم بیاض و سواد سے
جاہل سے وصف کیا ہو ہمارے کلام کا
خلوت سرائے دل میں وہ دیتے نہیں جگہ
ہرگز نہیں ہے دخل وہاں خاص و عام کا
باہر نکل کے در سے جانے بھی دل پہ بن
کیا قصد ہو زیارت بیت الحرام کا
وہ آئے بھی پر چلے بھی گئے واہ رے نصیب
ہم ڈھونڈتے ہی رہ گئے موقع سلام کا

ولہ

[illegible]
اثر اس سے دماغ جناب سفیر کا

اے نامہ بر وہ بات تری مان جائیں گے
ہر وقت تو نہیں ہیں نہیں ہاں میں ہاں ملا

اے میکشو یہی ہے وسیلہ نجات کا
صد شکر آستانۂ پیر مغاں ملا

مجنوں سے درس عشق کا لیتے رہے ہیں ہم
اُستاد بھی ملا تو ہمیں مہرباں ملا

کس پر پڑیگا صبر جوانی کا یہ بتا
ہمکو ابھی نہ خاک میں اے آسماں ملا

ہوگی نہ الرحیل کی آواز گوش زد
کیا فائدہ جہاں میں جو طبل ونشاں ملا

دل معرکے میں عشق کے ثابت قدم رہا
ایسا رفیق ہم کو الٰہی کہاں ملا

اس کی خبر نہیں تمہیں جائیں گے گور میں
خوش ہو رہے ہیں رہنے کو اونچا مکاں ملا

دیکھو سفیر موت ہے اس عشق کا مآل
دل پر چلیں گے تیر جو ابرو کماں ملا

ولہ

کشتی بنا ہے عشق جناب امیر کا
بحر الم سے پار ہے بیڑا سفیر کا

اہل خلاف کی نہیں کمظر فیاں پسند
نشہ ہے مجھکو بادۂ خم غدیر کا

ہوتے ہیں آکے دفن یہاں تخت چھوڑکر
شاہوں کے بخت میں بھی ہے تکیہ فقیر کا

پٹی پڑائی غیر نے گو میرے باب میں
اللہ کو تو علم ہے مافی الضمیر کا

ہے احتراز باد حوادث سے یہ خطر
ہو جائے گل چراغ نہ مہر منیر کا

دکھلاے سو کرشمے تو بدلے ہزار رنگ
میں معتقد ہوا نہ کبھی چرخ پیر کا

[illegible]

ولہ

[illegible]

اقامت فرصتی سمجھے نہ قاتل میرِ تابے کو
دھی تو ہی پر پرواز مرغِ روحِ بسمل کا

جو عاقل ہیں سبک ساران عالم کا تتبع کر
بعیر بار بر کی پشت پر ہے بوجہ محمل کا

ہوا ہے سایۂ برق بلا ہی وجہ خاموشی
ہی جوہر تیغ کا سرمہ زبانِ زخمِ بسمل کا

اڑایا نالۂ مجنوں سے اس نے رنگ بیتابی
حجاب لیلیٰ ناقہ نشیں پردہ ہی محمل کا

کھلے بندوں **بشیر** اشعار کی بندش یہ کہتی ہے
مزا آتا ہے کانوں کو صریرِ کلک بیدل کا

نہیں گر کوئی تو خدا ہے کسی کا
نہ ہوگا نہ کوئی ہوا ہے کسی کا

کرے غیرِ خالق خدائی کا دعوا
جہاں میں یہ کب حوصلا ہے کسی کا

یہ ہے ہم کو منظور ہو جائے یا رب
ضرر میں جو اپنے بھلا ہے کسی کا

ہے دشمن سے بھی دوستی چار دن کی
وہ دو دن بھی ہو کر رہا ہے کسی کا

زمیں کوئے قاتل کی بھی کربلا ہے
ہے بسمل کوئی سر جدا ہے کسی کا

جو بگڑو گے تم کیا نہ گذرے گی اُس کی
خدا کیا نہیں ہے خدا ہے کسی کا

جو دشمن کو دیکھا وہی بات نکلی
میں سمجھا تھا دل آگیا ہے کسی کا

یہ دیکھیں گے شانِ کرم کیا کریگی
بلند آج دستِ دعا ہے کسی کا

تو ٹھنڈا کرے گا اسے آسماں کیا
ہمیشہ سے دل جل رہا ہے کسی کا

ولہ

نظر آئے گی اگر صورت لیلیٰ [illegible]
ہالۂ دل قیس کا خود پردۂ محمل ہوگا
ابتدا عشق سے مجھی دل بیتاب [illegible] ہوگا
پیکاں رخ کا چمک کر مہ کامل ہوگا
تیغ ابروئے صنم کا ہے جہاں بسمل ہوگا
جان جائے گی اگر دست کا سائل ہوگا

[illegible] کرم یاری کا
رنگ اُجلا نظر آتا ہے سیہ کاری کا
کام غفلت میں بھی کر جاتا ہوں ہشیاری کا
عالم خواب میں بھی لطف ہے بیداری کا
کوئی اس خانۂ بے در میں ہو کیوں کر داخل
راز کھلتا نہیں اس گنبد زنگاری کا
بوسۂ لعل رواں بخش سے کر آج علاج
یہی درماں ہے مسیحا مری بیماری کا
پھول آہوں سے ستم گر سحرات کو رستے کیا کیا
سلسلہ صحن چمن میں تھا شرر باری کا

مرتا ہے چکور ماہ پر گر
ملتا نہیں پڑھنے والا کوئی
جو داغ پڑا ہے اپنے دل میں
بوسوں کی مجھے تو رٹ لگی ہے
کہتے ہیں وہ مجھ سے ہوگی پڑھکر
اے چرخ تجھے پڑے گی مشکل

عاشق ہوں میں چاند سی جبیں کا
مطلب نہ ملا خط جبیں کا
اک نقش ہے یار کے نگیں کا
ہے شور اُدھر نہیں نہیں کا
کرتا ہوں جو ذکر حور عین کا
نالہ مرا فتنہ ہے زمیں کا

محبوب خدا سفیر جو ہے
عاشق ہوں ازل سے اس حسیں کا

رتبۂ اہل صفا عشق میں حاصل ہوگا
وہ گل اندام گلستاں میں جو داخل ہوگا
راستی خواہ ہیں زنداں صفا کیتی ہم
خال و خط چہرے پہ اس کے ہیں نہ چشم و ابرو
ڈوب کر بحر محبت میں مرے ہیں عاشق
بوئے مشک آئے گی ہر ایک نفس سے میرے
بیڑیاں پہنے ہوئے آئیں گے دیوانۂ زلف

داغ دل اپنا چمک کر مہ کامل ہوگا
میرا نالہ ابھی بلبل بانگ عنادل ہوگا
زرق و طامات سے کیا شیخ کو حاصل ہوگا
ماہ کس منہ سے ترے رخ کے مقابل ہوگا
دفن لاشہ بھی جو ہوگا لب ساحل ہوگا
دل اگر طرۂ طرار پہ مائل ہوگا
عرصۂ حشر میں بھی شور سلاسل ہوگا

[illegible] رنگ [illegible] داغ [illegible]
[illegible] اندھیاری کی
داغ دل [illegible]
زلف پیچاں [illegible]
[illegible] دل [illegible]
[illegible] کا
[illegible]

ولہ

[illegible] سفید
[illegible] تھا [illegible]
[illegible] ازل [illegible]
عشق میں [illegible]
[illegible]

ولہ

[illegible]

شراب کھینچتا آ جائے اگر مجھے ساقی
ہیں خوشہ تاک کے یہاں طارمِ ثریا کا

خدا کے واسطے پہنچا صبا سلام نیاز
پتا ملے جو تجھے اس غزال رعنا کا

نظیر
مردہ دلی اس سے دور ہوتی ہے
ہے روح تازہ مجنوں پیام لیلا کا

رخ وہ مصحف ہے اس پری کا
جو ہوش ہے گم زمخشری کا

چھوتا نہیں ڈر کے زلف کو میں
سایہ ہو جائے گا پری کا

اے ماہ اتر کے چرخ سے آ
دعوا جو ہو ان سے ہمسری کا

بلبل ہوا میرے نغموں سے بند
دعوا تھا بہت نوا گری کا

دل پس گیا چشم سرگیں پر
سایہ مجھے ہو گیا پری کا

ہے مانع قتل واں نزاکت
منہ دیکھ کے رہ گئے چھری کا

دل کی میرے کیا لگائے قیمت
ہے حوصلہ پست مشتری کا

ساقی نے مجھے سکھا دیا ہے
شیشے میں اتارنا پری کا

اے خضر بتا دو کوچہ یار
حق کچھ تو ادا ہو رہبری کا

لو آ گیا مرغ نامہ بر بھی
قائل نہ ہوں کیوں سبک پری کا

آنسو جاری ہیں لب پہ ہے آہ
مالک ہوں میں خشکی و تری کا

[illegible]

ولہ

[illegible]

[illegible]

غزل ۳۳ ردیف ی

دل کے لئے وار ہے چھری کا	یہ ناز سے دیکھنا کسی کا
پھر دل وہ مجھی کو گھورتے ہیں	کیا رنگ جما ہے بیخودی کا
دشوار اگر ہے اُن سے ملنا	آساں نہیں تھامنا بھی جی کا
دُکھڑا ار دنا پڑا ہر اک سے	دو دن کی اپنی زندگی کا
شکوہ نہ کیا کسی سے تیرا	یہ پاس ہے مجھکو دوستی کا
اُن کے مہتاب رُخ کے آگے	پھوکا ہے پھول چاندنی کا
مٹ جائے لحد تو کچھ نہیں غم	باقی ہے نشاں تو بیکسی کا
رہنا خاموش کیا گنہ ہے	دل توڑ رہے ہو کیوں کسی کا
دم توڑ رہا ہوں نزع میں ہیں	یہ وقت نہیں ہے دل لگی کا
رونے میں ہے یاد چشمِ میگوں	بارش میں مزہ ہے میکشی کا
اُن پر جو حریف مر رہے ہیں	پائیں گے مزہ بھی عاشقی کا

ہے دل میں سفیر عشقِ احمدؐ
کلمہ پڑھتے ہیں اسمِ نبیؐ کا

اگر اشکوں کا تھمنا ہجر میں دشوار ہو جاتا	ہر اک ہوئے مژہ اپنا بھی دریا بار ہو جاتا
شہادت خواہ ہو کر اُس کے کوچے میں گیا تھا میں	نہ کرتا قتل گر وہ تن پہ سر یہ بار رہ جاتا

ولہ

[illegible]

[illegible]

۳۵

سفیر

چھایا ہوا جو چار طرف ایک نور تھا
اپنے سیاہ خانے میں کس کا ظہور تھا

آئی تھی حور ساغر کوثر لئے ہوئے
کب اس پری کے ہاتھ میں جام بلور تھا

دریا بھی اس کو دیکھ کے پیچھے سرک گیا
سینے میں جذر و مد تھا یہ غم کا وفور تھا

بھڑکے ہوئے تھے رات کو دو شعلے بزم میں
اک شمع کا تھا نور تو اک ان کا نور تھا

آئی ہے نیند میکدے میں مجھکو چین سے
دست سبو میرے لئے زانوئے حور تھا

اس رشک مہر تک تھی پہنچنے کی جستجو
بیتاب مثل ذرہ دل ناصبور تھا

تیر نظر کا خود بھی نشانہ ہوا ہے دل
کہتا ہے مجھ سے اب کہ بچانا ضرور تھا

غفلت تھی بادشاہوں کو سمجھے نہ تھے اسے
قابل جو ٹھوکروں کے سر پر غرور تھا

ظلم و ستم بھی سہ کے ترا دم بھرا کیا
ترک وفا کروں یہ محبت سے دور تھا

جس وقت سامنا ہوا عفو کریم سے
زاہد قصور وار تھا میں بے قصور تھا

اس درجہ اپنی مشق شنا ہے بڑھی ہوئی
دریا سے بے سفینہ کے قصد عبور تھا

ساری رعیت اپنی مسلماں ہوئے سفیر
ہر وقت پاک کفر سے اسلام پور تھا

آپ کا وعدہ نہیں ہوں کہ جو ٹل جاؤں گا
نہ گریباں سحر ہوں کہ نکل جاؤں گا

وادی عشق میں ٹھوکر جو لگے گی مجھکو
یا علی کہہ کے وہاں بھی میں سنبھل جاؤں گا

[illegible]

طبع کو میری تو نوں سے تنفر ہے سدا
ہی مزاج ان کا نہیں ہوں جو بدل جاؤں گا

حضرت نظم سے یوں ہوگی ملاقات سفیر
بہر اصلاح میں لیکر یہ غزل جاؤں گا

ولہ

[illegible]

شبِ فراق اک بری بلا ہے یہ خوف دب لیے جیا رہے
فلک پہ چمکا جو کوئی تارا گماں ہوا چشمِ اہرمن کا

میں مر کے بھی کوے یار میں ہوں صبا کے کب اختیار میں ہوں
ہوئی نہ برباد میری مٹی غبار بنکر رہا وطن کا

ہر اک کو اپنی پڑی ہوئی ہے کہاں کی جنت کہاں کا دوزخ
میں شورِ محشر کو جانتا ہوں کرشمہ اک چشمِ سحر فن کا

جو سبزۂ خط پہ مٹا دی ہستی اثر ہیں از مرگ ہے یہ ظالم
لحد میں رکھتے ہی اپنا مردہ ہرا ہوا رنگ بھی کفن کا

نہ چشمِ دشمن میں یا تحسین کھٹکتا نہ زیبِ دستارِ دوستاں ہوں
نہ خارِ صحرا ہوں اے سفیر اور نہ پھول ہوں میں کسی چمن کا

ولہ

سب کو پابندِ رضینا بقضا کا دیکھا
ایک ہی حال یہاں شاہ و گدا کا دیکھا

یدِ بیضا کو بھی خاطر میں نہ لایا اے دوست
جس نے جلوہ ترے نورِ کفِ پا کا دیکھا

قتل تو نے جو کیا پائی حیاتِ جاوید
باغِ جنت میں اکڑتا شہدا کا دیکھا

طبعِ رنگین نے مضامیں کی دکھائی ہے بہار
رنگ دل میں نفسِ بادِ صبا کا دیکھا

کیوں خجل ہوتا مسیحائی میں کر کے منت
درد کو اپنے نہ محتاج دوا کا دیکھا

باندھ لی کفر پرستی پہ کمر زاہد نے
شب کو کیا حسنِ بتِ ہوش ربا کا دیکھا

محفلِ یار میں اکھڑا ہوا پایا سب کو
رنگ جمتا ہوا دیکھا تو حنا کا دیکھا

بتکدہ جانے سے کیوں روکتا ہے شیخِ حرم
تو نے کعبہ میں بھی کب نورِ خدا کا دیکھا

غیر کے دست نگر ہوتے نہیں عالی ظرف
آب و دانے کو نہ محتاج ہما کا دیکھا

دام گیسو سے جو چھوٹا تو نظر بند ہوا
دم ٹھہر کر تو ذرا اوصف مژگاں لکھیے
دل کو کیوں اپنی شکایت کی بری عادت ہے

مرغ دل کو مرے یوں تشنۂ پیکار رہنا تھا
اپنا میداں انہی ترکوں سے بھرا رہنا تھا
شامل زمرۂ ارباب وفا رہنا تھا

خامشی میں ہے گیا عشق کی لذت ہے سفیر
دل میں الفت ہے اگر لب پہ گلا رہنا تھا

ہے کشمکش میں روح عجب حال ہو گیا
او مست ناز چال پہ اتنا نہ کر غرور
در پردہ اس سے ہو گیا اب تو چھیڑ چھاڑ
اک دن کے رخ سے جب گل بازی تھے ہمسری
آئے مزے ہمیں بھی اب ان کے گھر میں
ایمان اب کہاں بت کافر بغل میں ہے
اعمال نیک و بد سے بشر کا ہے امتیاز
آرائش اپنے حسن کی چاہی جو سرو نے
چھاتی پہ لوٹتے رہے سانپ آکے رات بھر
دیکھینگے پھر جو بگڑ گئی اوس بد مزاج سے

گیسو کا عشق جان کا جنجال ہو گیا
مڑ کر تو دیکھ دل مرا پامال ہو گیا
اے عشق تو ہی بیچ کا دلال ہو گیا
اتنے طمانچے کھائے کہ منہ لال ہو گیا
بوسیدہ جامہ رشک دہ شال ہو گیا
ماہ صیام غرۂ شوال ہو گیا
مہدی ہوا کوئی کوئی دجال ہو گیا
طوق گلوئے فاختہ خلخال ہو گیا
دیکھے جو ان کے بال عجب حال ہو گیا
شکر خدا ملاپ تو فی الحال ہو گیا

[illegible]

کب سوزِ غم سے دہر میں خالی ہے سنگ دل — پاتا ہوں قلبِ سنگ میں مسکن شرار کا
دل تھام کر وہ رہ گئے بسمل کو دیکھ کر — خود بھی شکار ہو گئے اپنے شکار کا
سہرہ بنا ہے رخ کا عروسِ بہار کے — آنچل لٹک لٹک کے میرے گلعذار کا
بلبل سے داد خواہ اگر باغباں نہ ہو — سر پر خزاں کے خون رہے گا بہار کا
آئی ہے موت آج بیاباں میں قیس کو — ماتم کریگا کون غریب الدیار کا
بلبل کو عشقِ گل میں جو آکر رُلا گئی — چھوڑا ہوا ہے یہ بھی شگوفہ بہار کا
ہیں فاتحہ کو جمع حسیں سارے اک طرف — پریوں سے بھر گیا ہے کنارا مزار کا
تیر نظر چلے اسی طاؤس مست پر — کھیلو شکار آکے دلِ داغدار کا
بنکر غبار کاش پہنچتا رکاب تک — رہوار ہے ہوا پہ مرے شہسوار کا

وہ دل جلا ہوں وادیٔ غربت میں اے صغیر
لپٹا ہے مجھ سے دوڑ کے سایہ چنار کا

اسم

ولہ

دل پہ کب شیفتۂ چشم پری رو نہ ہوا — ہاتھ کب سرمہ کشِ نرگسِ جادو نہ ہوا
قدرتِ تیری بھی تو ہوتی کبھی افسونِ نیاز — تو کسی آنکھ کا چلتا ہوا جادو نہ ہوا
ٹوٹتا آکے شبِ ہجر مری چھاتی پر — تو بھی اے مارِ سیہ یار کا گیسو نہ ہوا
پنجۂ شیر کا شانہ مرے سر میں ہوگا — جوشِ وحشت میں اگر فرق سرمو نہ ہوا

[illegible]

اُس پری وش کو جو زنداں میں کبھی دیکھ لیا
تھام کر دل کو گرفتارِ سلاسل اُٹھا

خاک ہے قافلے والو کسی واماندہ کی
آج رہ رہ کے غبار اک سرِ منزل اُٹھا

دے رہا ہے خبر برہمیِ بزمِ طرب
ہاتھ ملتا ہوا جو شور جلاجل اُٹھا

کیا صفت مجھ سے شہ ناصرِ دیں کی ہو سفیر
خاک ایران سے عجب خسروِ باذل اُٹھا

باغِ عالم میں نہیں کیا تجھ سے بڑھ کر دوسرا
ڈھونڈھ لیں گے ہم بھی اے رشکِ صنوبر دوسرا

گھومتے رہتی ہے میرے ہی سیہ خانے کی گرد
شامِ ہجراں کو نہیں ملتا کوئی گھر دوسرا

باز نے گھبرا نہ ہو وہ راستہ بھٹکا نہ ہو
لکھ رہا ہوں نامہ بھیجوں گا کبوتر دوسرا

لاکھ درگاہوں کی اک درگاہ ہے درگاہِ دل
ڈھونڈھتی پھرتی ہے کیوں حرصِ گدا در دوسرا

شکوۂ بیدادِ گردوں ہے نہ بھیں اہلِ صبر
دیدۂ پرخون سے ہو رنگِ سخن گر دوسرا

اے گدائے خانقاہ دیرِ مغاں میں چلکے دیکھ
ایک پر ترجیح رکھتا ہے تونگر دوسرا

اک پیالے میں کہیں نشہ ہوا ہے ساقیا
دے مئے گلرنگ کا تو بھر کے ساغر دوسرا

کیوں نہ بھیجوں یار کو قاصد پہ قاصد خط پہ خط
بعدِ پیغمبر نہیں آتا پیمبر دوسرا

طعن بھی کی اُس ستم ایجاد نے گالی بھی دی
ایک نشتر کھا چکا دل ہے یہ نشتر دوسرا

یہ ہنر ہے عاقلو روشن گہری کیا ارث ہے
ایک دنیا سے اٹھا پہونچا سکندر دوسرا

[illegible] دوسرا

ولہ

ہجر میں دل کا انکھوں سے ٹپکنا ستارہ ہوگیا
رازِ دل افسوس کہ اب تو آشکارا ہوگیا

حسن جب حاصل ملا زلیخا کو دوبارہ ہوگیا
صبحِ پیری میں [illegible] ستارہ ہوگیا

خالِ عارض [illegible] دلِ صد چاک کا [illegible]
پھول جو گلشن میں نکلا وہ ہزارہ ہوگیا

عاشقوں کے گرم آہوں سے ہے اک محشر بپا
آفتابِ حشر گویا اک شرارہ ہوگیا

بوسۂ رخسار دینے میں نہیں اب اُن کو عذر
دانۂ خالِ سیہ پر استخارہ ہوگیا

وہ مرا ہمدرد ہے اور میں اُس کا ہمدرد ہوں
دشت میں مجنوں سے میرا بھائی چارہ ہوگیا

[illegible] ہوگیا

ولہ

کرتی ہے تلوار کا اب کام ہر موج شراب	قتل پر اُس چشم میگوں کا اشارا ہو گیا
دل کو مژگاں ہی فرو کالے چلی تھی سیل اشک	ڈوبتے کو آج تنکے کا سہارا ہو گیا

عرش کی قندیل بنکر اب یہ چمکا ہے **سفیر**
ایسا اونچا میرے طالع کا ستارا ہو گیا

دل پہلے مجھسے صاف تھا میرے حبیب کا	اُس نے برا کیا ہے بھلا ہو رقیب کا
کافر بنا دیا بت ترسا کے عشق نے	جو دل میں داغ ہے وہ نشاں ہے صلیب کا
کاتب کی آنکھ ہے کہ لفافہ کی مہر ہے	مکتوب ہے یہ عاشق حسرت نصیب کا
میرے طرف سے کوئی بھی کہتا نہیں اُنہیں	دل توڑتے ہیں آپ سدا اُس غریب کا
خُلقِ نبی و خلق محسن آشکار ہے	زیور یہی ہے مرد شریف و نجیب کا
ڈالی ہے اُس نے پیار سے آئینہ پر نظر	منہ دیکھکر اُٹھا ہے کسی خوش نصیب کا
خوانِ کرم سے اُس کے سدا فیضیاب ہیں	ملتا ہے رزق ہم کو ہمارے نصیب کا
رہتا ہے تا بہ زیست ندامت کا دل میں داغ	ہے اشرفی سے بڑھکے طمانچہ ادیب کا
موت آکے پھر نہ جائے مجھے اس کا ہے خیال	پھینکا ہے میں نے پھاڑ کے نسخہ طبیب کا

ہر بیت سے **سفیر** بلاغت ہے آشکار
چھپتا نہیں ہے رنگ کلام ادیب کا

ہجر میں کب ملک الموت سے پوچھا مجھکو ... مجھکو کمبخت اسی وقت خدا یاد آیا

جب کبھی چلنے والے کو ... دیکھا ... مکتب عشق کا مجھکو بھی سبق یاد آیا

سیکڑوں نقشے مٹے ... مجھکو کیا اس کے سوا عالم ایجاد آیا

۴۴

... شان نظر آتی ہے

ولہ

ظلمات کی طرف یہ سکندر رواں ہوا
یا دل کو عشق طرۂ عنبر فشاں ہوا

اپنا حریم قدس ہی جب امتحاں ہوا
دل سالک رازِ نہاں ہوا

جلوہ نگن ہوا دل میں ہمارے خیالِ دوست
آراستہ اسی کے لئے یہ مکاں ہوا

دریا دلی ہے پیرِ مغاں کی تھا آب آب
باغِ ارم میں چشمۂ کوثر نہاں ہوا

آتیں یہ نغمہ سنجیاں خالق کو بھی پسند
سدرہ کی شاخ پر نہ مرا آشیاں ہوا

بو سے بھی ان حسینوں سے ملنا محال ہے
اب ہی کے نرخِ حسن کچھ ایسا گراں ہوا

رنگِ عروج آئینۂ دل میں تھا نہاں
پہلے بنا حباب تو بعد آسماں ہوا

دل جل کے خاک ہو گیا حیرت کی بات ہے
اس میں لگی نہ آگ نہ اونچا دھواں ہوا

بت بھی صنم کدہ میں الٰہی بگڑ گئے
نالہ کیا تو شبۂ بانگِ اذاں ہوا

نالوں نے میرے چرخ کو دیدی شکست فاش
دیکھو وہ سرنگونِ علم کہکشاں ہوا

کشتے جو تیغِ ابروئے قاتل کے جی اُٹھے
شرمندہ لعل لب سے مسیحِ زماں ہوا

اب دیکھیے جواب بھی آتا ہے یا نہیں
خط لے کے نامہ بر تو الٰہی رواں ہوا

کی میں نے دل سے آہ وہ تڑپا زمین پر
گویا حریفِ کشتۂ نوکِ سناں ہوا

دیکھا ہوا ہے وامق و مجنوں کا حوصلہ
دشتِ جنوں میں کون مزاحم عناں ہوا

خم سے جو اس نے شیشے میں کی جلوہ گستری
بنت العنب پہ لال پری کا گماں ہوا

ولہ

شاگرد سمجھ کے مجھے استاد ازل کا
بلبل سے گلستاں میں پڑھا درس غزل کا

پیری میں یہ منعم کا قدِ راست جھکا کب / خم آج ستوں ہو گیا عبرت کے محل کا

نیت ہی مری پاک سمجھتے ہیں حسیں سب / حوروں میں بھی شہرہ ہے مرے حسنِ عمل کا

بسمل کا تڑپنا بھی نہ دیکھا گیا اس سے / غش آگیا قاتل کو مرے خون ہے ہل کا

افسوس مسلمانو نہیں کیا پھوٹ پڑی ہے / سکہ ہے زمانے میں نصاریٰ کے عمل کا

اشکوں سے شگفتہ ہے گلِ داغِ محبت / لیجائیے لیجائیے یہ پھول کنول کا

مریم کو سرِ دست یہ گلشن میں گلہ ہے / عیسیٰ نے مداوا نہ کیا پنجۂ شل کا

ہم جوڑتے ہیں ہاتھ نجاؤ ابھی یہاں سے / تڑکے کو بڑی دیر ہے اب تک ہے دھندل کا

آلمہ ہے نظر آب لبِ شیریں پہ ترے خال / ہر وقت مجھے خوف ہے زنبور عسل کا

شمشیر ہی کے گھاٹ اتر جائیں گے عشاق / ابرو کا اشارہ بھی اشارہ ہے اجل کا

اے دشنۂ غمزہ سے دہاں فوج مژہ لیس / اندیشہ بہت کشورِ دل کو ہے خلل کا

تم دل کو مرے طرۂ کاکل کے عوض لو / ہے گلشنِ عالم میں مزہ پھیر بدل کا

گر سینہ ہو پر داغ تو ہے گلشنِ جنت / کھلجائے تو دل غنچہ ہے اسرارِ ازل کا

ناصح کا ہر اک بات پہ جھنجلا کے وہ کہنا / کیا جانے گا ان باتوں کو بچہ ہے تو کل کا

یہ زخم نہیں تن پہ مرے پھول کھلے ہیں / لیتا ہوں مزہ کیا میں تری تیغ کے پھل کا

پہنچا ہے کہاں تک ترا ابرو کا اشارہ / شہرہ ہے زمانے میں بہت جنگ و جدل کا

ولہ

آئی بہار شور نہ ہو بلبلوں کا کیوں
پروانہ غیر ہے رخِ روشن کا جب سنا
ملتا ہے نقدِ عیش ترے بینوا کو کب
بوسے بھی مل گئے مجھے روئے صبح کے
اُس پر گمان ہوا دلِ صد پارہ کا مجھے

گلدستہ داغِ دل کا ہمارے مہک گیا
شعلہ کی طرح میں بھی اُسی دم لپک گیا
کھودی جہاں زمیں کہ خزانہ سرک گیا
پہلو میں بیٹھتے ہی ستارہ چمک گیا
بے یار کے چمن میں جو غنچہ چٹک گیا

آیا جو فاتحہ کے لئے شمع روئے
شعلہ چراغِ قبر کا میرے بھڑک گیا

نالہ جو تیر بن کے دہن سے نکل گیا
ماتم کروں نہ کس لئے یارانِ رفتہ کا
بہلانے دل گیا تھا اُن آنکھوں کی یاد میں
حاجت پڑی نہ ہم کو کفن کی ہزار شکر
زنداں اُجاڑ ہو گیا کچھ اس میں شک نہیں
ہے اسمیں رنگ وادئ مینو سرشت کا
اُس چشمِ سرمگیں نے ٹھہرنے دیا کسے
مشکل جب آئی سامنے تو یا علیؑ کہا

دیکھا تو یار چرخِ کہن سے نکل گیا
آتا نہیں جو دانت دہن سے نکل گیا
نرگس کے پھول لیکے چمن سے نکل گیا
غربت میں کام رختِ کہن سے نکل گیا
دیوانہ تیرا رنج و محن سے نکل گیا
کب آکے کوئی ملکِ دکن سے نکل گیا
آہو چرا کے آنکھ ختن سے نکل گیا
یہ اسمِ اعظم اپنے دہن سے نکل گیا

ولہ

کیا محتسب کا پیشتی غم ...
عاجز غرور نہ ہو حدیث اس کی مری زباں
کیوں کر حساب ہو کرم بے حساب کا
گر ہو اشارہ نرگسی آنکھوں سے وصل یار کا
دل باغ باغ ہو کسی خانہ خراب کا
روشن دلی کا لطف اٹھا خاص کر کیسا
سر بہ سجدہ ہے میں ساغر شیشہ شراب کا
ممبر کے پیچھے خم کو نہ رکھو تو چھپائے شیخ
چمکیگا پشت کوہ سے نور آفتاب کا

اے شہسوار دیکھتا اس دن میں تیری شان
بن آتا میری آنکھ سے حلقہ رکاب کا

جس دم تم ہوئے وہاں نفس سرد جائیں گے
محشر میں غم نہیں طپش آفتاب کا

اے بحر حسن سیر کو دریا پہ چل کے دیکھ
کس طرح رنج رہا ہے کٹورا حباب کا

ٹپکا ہے قطرہ اشک کا گر چشم مست سے
یاد آگیا ہے مجھ کو بھی کھینچنا شراب کا

تھا لطف میکشی کا [illegible]
اُڑتا پڑا ادھر لپٹ فوج آفتاب کا

الماس کا غم ہے جگر کو ہر ایک بوند
ہے زہر بزم غیر میں پینا شراب کا

اس بحر حسن کے ادھر کان کا یہی پتا
دیگا دکھائی دور سے گنبد حباب کا

عالی ہے جسکا ظرف تو اعلیٰ ہے اسکا اصل
آئینہ دیکھتا ہے فلک آفتاب کا

اس کی نظر جو دلپہ پڑی یاد آگیا
طاؤس مست پر وہ جھپٹنا عقاب کا

دریائے عشق کا ہے شناور یہ دل مرا
ماہی کو خوف کچھ نہیں طوفان آب کا

ہم جس کو آفتاب سمجھتے ہیں اے سفیر
ہے تاج خسروی سپہر ختمی مآب کا

دیکھے گی خلق جلوہ رخ لاجواب کا
گوشہ بنا ہے دامن محشر نقاب کا

اور دل میں داغ گیسوئے پر پیچ و تاب کا
دیتا ہے بوئے مشک دھواں سر کباب کا

ایسا مرے سوال پہ گھبرا گئے ہیں وہ
ہے انتظار غمزۂ حاضر جواب کا

رلاتی پڑھ رہی گی یاد میری معجز بیانی کا
خدا کے فضل سے میں شاہ ہوں ملک معانی کا
چڑھاتا ہوں میں جب ساغر شراب ارغوانی کا
مجھے پیری میں یاد آتا ہے عالم جوانی کا
وہ ہے نادان کرے جو قصد تیری میہمانی کا
یہاں کب اعتبار آئے پیغام زبانی کا
[illegible]
بسے گا جام جم ساغر شراب ارغوانی کا

ولہ

[illegible]

بے خبر تو بھی تو جادو کے جگانے والے — دم نکلنے کو ہے اک شیفتہ جادو کا
اور بڑھ جاتی ہے وہ چند جلا آئینہ کی — عکس پڑتا ہے جو اے شوخ ترے زانو کا
بوریا گوشۂ عزلت کا ہوا تخت شہی — ہو گیا بال ہما نقش میرے پہلو کا
وہ مری دشت نوردی وہ سہانا جنگل — اور رہ رہ کے مہکنا وہ گل خودرو کا
پھر اترنے کا نہیں عقرب ابرو کا زہر — سانپ سے بڑھ کے مجھے خوف ہے اس بچھو کا
خال ابرو پہ جو دیکھا تو یقیں آیا مجھے — اب تو کعبہ میں بھی ہوتا ہے گذر ہندو کا
صبح ہو جاتی ہے پر نیند نہیں آتی ہے — دل یہ کہتا ہے کہ تکیہ ہوا بھی زانو کا
صبحدم شل نسیم آیا جو گلشن میں وہ شوخ — لیکے انگڑائی اٹھا سبزہ کنار جو کا
دن مسرت میں گذر جاتا ہے اللہ اللہ — آرسی اوجھتی ہے منہ دیکھ کے کس خوشرو کا
یاد جب آتی ہے پیوں پیا کے یہ رہ جاتا ہے — دل میں ایسا ہوا اثر سرکش جادو کا

دل کا جو کلمۂ توحید وظیفہ ہے سفیر
شہر بھی آج نظر آتا ہے میداں ہو کا

ہوئی ذلت پہ ذلت ہمکو عشق یار میں کیا کیا — پھرے آوارہ ہم کوچہ و بازار میں کیا کیا
ہوئی ذلت پہ ذلت ہمکو بزم یار میں کیا کیا — رہا ہے ذکر اسکا مجلس اغیار میں کیا کیا
پھپھولے دل کے پھوٹے منہ جو پھوٹے دل کے چھالے — مرے وحشت کے آئے وادی پرخار میں کیا کیا

[illegible]

پتنگی شمع پہ جان دینے ... [illegible]

[illegible] ... سلیماں تھا

[illegible] ... راز پنہاں تھا

[illegible] ... شاہزادہ خراساں تھا

ترے جلوے سے اے آئینہ رو جو گل تھا حیراں تھا
چمن میں سنبل تر سایۂ زلف پریشاں تھا

بہار آتے ہی میرے قید ہونے کا یہ ساماں تھا
جو تھی موج ہوا اک حلقۂ زنجیر پیچاں تھا

میں اپنی زندگی سے تنگ تھا فرقت میں نالاں تھا
تری تلوار آجاتی اگر سر پر تو احساں تھا

میں سمجھا قابل افسوس اپنا ہی گریباں تھا
چمن میں جا کے گل کو بھی دیکھا چاک داماں تھا

انہیں قید تعلق سے رہا ہونا نہ تھا ممکن
دل تنگ زلیخا حضرت یوسف کا زنداں تھا

نشانی رہ گئی اک دل جلوں کے گرم آہوں کی
درخت شعلہ جائے سبزہ مرقد پر نمایاں تھا

جگر کو چھان ڈالا بیکسی نے ہجر ساقی میں
مرے دل کے لئے ہر قطرۂ مے ایک پیکاں تھا

کسی کے روزن دیوار میں اپنی جگہ تھی آنکھیں
نہ واں تھا تاب یاں تھی نہ واں مہر درخشاں تھا

محیط عشق میں سمجھا رہے بیڑا نکالا تھا
خدا ہی کے بھروسے تھے خدا ہی بس نگہباں تھا

تری فرقت میں آئینہ سے بھی بہلا نہ دل اپنا
وہ مجھ سے بڑھ کے حیراں تھا میں اس سے بڑھ کے حیراں تھا

جو ٹھہری وصل کی اس سے چمن میں کیا تھی حالت
میں شبنم کی طرح گریاں وہ گل کی طرح خنداں تھا

گلے مل ملکے کاٹی ہر گلی مقتل میں کشتوں کے
ترا خنجر نہ تھا ظالم ہلال عید قرباں تھا

میں یہ کہتا ہوا ہاتھ انکا گھر سے تھام کر نکلا
یہی کیا عہد تجھ سے تھا اسی کا نام پیماں تھا

تصور پیشہ ہو کر سیر کے کیا کیا مزے لوٹے
کبھی ہم تھے بیاباں میں کبھی ہم میں بیاباں تھا

جنوں میں پنجۂ وحشت سے ہم کیونکر رفو کرتے
نہ دامن ہی رہا تھا اور تو نہ اس قابل گریباں تھا

ولہ

[illegible] ... قرباں ہونے لگا

[illegible] شمع ... استخواں ہونے لگا

[illegible] ... فغاں ہونے لگا

[illegible] ... دھواں ہونے لگا

رخ تمہارا صبح صادق ظلمت شب تھی نقاب
[illegible] ... عاشقاں ہونے لگا

[illegible] جلوہ نظر آیا ... جلباب غم
[illegible] ... دل کیوں ... ہونے لگا

[illegible] ... دھواں ... کاروان ... ہونے لگا

[illegible] ... گماں ہونے لگا

اگلی دشمنی کی خبر سے شادماں ہونے لگا
[illegible] حسرت موت کو بھولا ہوا ہوں کس قدر

بلبل بکیا محفل میں شور الاماں ہونے لگا
[illegible] ... غضب کی ... ہونے لگا

[illegible] ... رواں ہونے لگا

ساتھ دیگا کون تنہائی کی شب میں بخدا
جوہرِ شمشیر تاروں کی طرح آئے نظر
آگیا اُس کو پسینہ جب سوالِ وصل پر
اپنی بخشش سے جو مجھ کو یاس ہی ہونے لگی
بدگمانی کس قدر ہے حسن کی تعریف پر
ذکر مجھ وحشی کی جو خانہ خرابی کا سنا

میرا سایہ تو ابھی سے بے نشاں ہونے لگا
عکس تیغِ یار دیکھکر کہکشاں ہونے لگا
حسن کی گرمی سے چہرہ درفشاں ہونے لگا
آیۂ لَا تَقْنَطُوْا وردِ زباں ہونے لگا
پھر نہیں سن سکتے وہ ذکر اُس کا جہاں ہونے لگا
گردبادِ دشت کا اونچا دھواں ہونے لگا

اوٹھ رہا تھا کیا قیامِ حشر اُس قد پر سفیر
لو قیامت آگئی قد کا بیاں ہونے لگا

حسنِ زائل ترا اے آئینہ رو ہو جائے گا
تیرے دروازے پہ خونِ آرزو ہو جائے گا
نامہ بر کے قتل سے تو سرخرو ہو جائے گا
دیکھکر تیرے رخِ روشن کو ہو گا آب آب
مثلِ شبنم مہر تک پہونچائے گی افتادگی
تم نے کی مجھ سے دغا یا بیوفائی میں نے کی
لوٹتے ہی لوٹتے پڑھ لیں گے ہم بسمل نماز

چار دن میں رنگ عارض اُڑ کے بو ہو جائے گا
آج جو چھوتا ہے دامن بے جھجک جو ہو جائے گا
ہاتھ کی مہندی کبھی تو تر کا لہو ہو جائے گا
مہر کا چشمہ چھلک کر آب جو ہو جائے گا
چرخ کے ہمپایہ پائے جستجو ہو جائے گا
فیصلہ اسکا خدا آگے روبرو ہو جائے گا
خون ہی اپنے ہی بس اپنا وضو ہو جائے گا

دو گھڑی آئے تو کیا قیامت سن کے گفتگو کی صدا
نقش پا محفل میں تیرا فتنہ پا ہو جائے گا
تیغِ ابرو کی محبت میں سر کٹ کی ابھی عسر
خود بخود ہی رابطہ شمشیر و گلو ہو جائے گا
ہاں مصلے بچھا در سب کی ادا جدا گانہ نماز
کعبہ کو کیا جاؤں اک دل چار سو ہو جائے گا
اُس چمن بندِ ازل کی آبیاری سے سفیر
بارور اپنا نہالِ آرزو ہو جائے گا

ولہ

چھوٹ کر تیر نہ ابرو کی کماں سے آیا		دل ہدف ہونے کو موجود تھا ہر وقت یہاں

دیکھکر بزم میں اپنی مجھے کہتے ہیں سفیر
بے بلائے ہوئے مہمان آج کہاں سے آیا

ہو گیا رعب ترا سرمۂ آواز اپنا		تجھ سے خلوت میں بھی کہہ سکتے نہیں راز اپنا
روز سب صرف نہ کردی دمِ پرواز اپنا		اے کبوتر تجھے خط لیکے پہنچنا ہے وہاں
دشتِ وحشت میں فقط قیس تھا ہمراز اپنا		مشورہ ترک محبت کا نہ دیتا تھا کبھی
کر لیا تو نے تو اے چشم فسوں ساز اپنا		تیرے انداز بلا ہیں ہمیں معلوم نہ تھا
کر گئی کام مرے دل میں وہ آواز اپنا		کون بولا پس چلمن مجھے معلوم ہوا
جوش وحشت میں ہوا ہے عجب انداز اپنا		اپنے سایہ سے بھی نفرت ہے الہی توبہ
منہ دکھائیں گے نہ اب مفسدہ پرداز اپنا		سب سخن ساز نکالے گئے وہاں سے [illegible]
اب کھلا جاتا ہے اور پردہ نشیں راز اپنا		کھل گئی ڈاک پڑا راہ میں ڈاکہ اس پر

تھے جو ہمراہ رکاب اک بتِ ترسا کے سفیر
اور بن بن کے چلا اسپ سبک تاز اپنا

وہی حافظ ہے زندگانی کا		عشق ہے دل کو یار جانی کا
قصد ہے غم کی مہمانی کا		خون ہوتا ہے شادمانی کا

ہاں مرے شعراؤں کے نوکِ زباں
کیوں نہ قائل ہوں قدردانی کا
خاک میں تو ملا چکے مجھ کو
اب بھی دعویٰ ہے مہربانی کا

صفحہ ۵۳

بجایا رات دن دل کو مصفا کر دیا
عشق کی گرمی نے پتھر کو بھی پانی کر دیا
مدتوں سے خودنمائی نے گھٹا دی تھی شان
عاجزی تونے ہمیں قطرے سے دریا کر دیا
تھا شب دیجور اپنا بخت چمکا مثل صبح
خالق نے اندھیرے کو اجالا کر دیا
مجھ سے وہ کھنچکر نہ تڑپا یوں بڑھا اشتیاق
خود بھی رسوا ہو گئے مجھکو بھی رسوا کر دیا

بجایا جب سے قیس عامری نے کوس رحلت کا
مرے سر نے بکھیڑا انتظام ملک وحشت کا

دیا ہے اُس نے جامہ دیکھکر انداز قامت کا
کلام کفر ہو شکوہ کروں گر اپنی قسمت کا

مرقب جانتے ہیں لطف کچھ رشک رقابت کا
مزا آتا ہے مجھکو خانقاہوں میں عبادت کا

معاذ اللہ ٹھکانہ بھی ہے کچھ گرد کدورت کا
مرا دل ہے کہ پہلو میں نہیں شیشہ ہی ساعت کا

سمجھکر مجھکو دیوانہ مری باتوں پہ ہنستے ہیں
پریرویوں کو پھر دعوا ہے میر آدمیت کا

پس مردن بھی یوں لاشونکو دفنایا ستمگر نے
عدو کی پائینتی رکھا سرہانا میری تربت کا

مرے داغ جگر سے آفتاب حشر چمکے گا
میرے نالوں سے ہوگا گرم ہنگامہ قیامت کا

معانی قل ہو اللہ احد سے کچھ نہیں مشکل
اُٹھا دینا فقط کافی ہے انگشت شہادت کا

میں شاہ ہفت کشور ہوں لو قت میکشی ساقی
کھلا رہتا ہے سر پر چتر میرے ابر رحمت کا

ہوئی روز ازل جب حسن کی تقسیم عالم میں
ترے اندام نے بیڑا اُٹھایا ہے نزاکت کا

مسہری پر جو لیٹے گا لب بام آکے وہ گلرو
بنے گا قرص مہ گل تکیہ فرش خواب راحت کا

مجھے کچھ غم نہیں اپنا اگر غم ہے تو یہ غم ہے
مرے مرنے سے پردہ فاش ہوگا شام غربت کا

دھندلکا صبح کا وہ تنگ کوچہ اور وہ گھبراہٹ
یہی تو وقت ہے موقع ملا صاحب سلامت کا

نہ یکساں دھوپ رہتی ہے نہ یکساں چھاؤں رہتی ہے
زمانہ یکطرف رہتا نہیں ہے رنج و راحت کا

مرا دل صاف ہے مجھسے حسیں بھی بے تکلف ہیں
بشر کو خلق میں ملتا ہے ثمرہ حسن نیت کا

وہ صرف شیوۂ زار معاصی [illegible] ہو چکا
[illegible] عالم میں [illegible] میں اب ہو چکا
[illegible] میکدہ [illegible] تھا [illegible] ہو چکا
[illegible] سے خالی [illegible] ہو چکا
[illegible] وہ خلوت و جلوت [illegible] ہو چکا
[illegible] سفیر اون سے [illegible] ہو چکا

ولہ

فتنہ صد انجمن [illegible] تھا
[illegible] تھا
[illegible] تھا
[illegible] تھا

دیکھا طلسم غنچۂ نرگس میں راز کا	یہ بھی کرشمہ ہے مژۂ نیم باز کا
کیوں آتشِ نفس سے نہوں شعلہ بیاں	قایل کبھی ہوا نہ دلِ بے گداز کا
کیا خوف ہے تلاطم امواج کا بے مجھے	طوفاں میں ناخدا جو خدا ہے جہاز کا
افسوس ہم نے صرف کیا اُس کو بیدریغ	ورنہ دل و دماغ خزینہ تھا راز کا
سنتا ہوں روز نغمۂ بالِ جبرئیل	طوبےٰ کے زیر سایۂ مزہ ہے نماز کا
اس در پہ آبرو نہیں جاتی سوال سے	دریا ہے جوش پر کرم دل نواز کا
بھولے گا شیوہ ہاے ہوس آفرین کو دل	پرتو فگن جمال تو ہو بے نیاز کا
واقف غرورِ حسن نہیں جذب دے سے کیا	اس کبکِ مست کو نہیں ڈر شاہباز کا
پلایا ہے اس نے کوزۂ سربستہ کا دماغ	ساقی کی خامشی میں بھی نکتہ ہے راز کا
بحرِ جہاں میں چاہیے انجام پر نظر	ہر موج آئینہ ہے نشیب و فراز کا
شرم و حیا ہے لازمِ آغازِ دلبری	پہلا سبق یہی ہے مرے سرو ناز کا

پیری جتگا کے کہتی ہے تڑکا قریب ہے
اٹھو سفیر وقت اب آیا نماز کا

میں اُسکی بزم ناز میں جب دل کو کھو چکا	تقدیر کو نصیب کو قسمت کو رو چکا
اب ہاتھ پاؤں مارنے سے فائدہ نہیں	سیلاب حسن و عشق کا مجھکو ڈبو چکا

۵۵

دیوانِ سفیر

[illegible] صحنِ گلشن میں وہ [illegible] سفیر
[illegible] ہاتھ میں بھی خار تھا

ولہ

[illegible] ایک [illegible] کا
[illegible] نہیں [illegible]

دیکھی زندگی ہے خواب [illegible]
[illegible] موت کو [illegible]
[illegible]

ان سے دشمن نے کرادی صلح حیرت کیوں نہو
گوہر خوش آب انداز سخن سے تر ہوا
تعلق یاقوت لب کیا ہو حریف گفتگو
[illegible]
بار جسکو ہم نے سمجھا تھا وہ افسوں گر ہوا
قدر بھی کی نہ دیوانی نے تیری اے سفیر
خامۂ فیض ہما بولی ہیں تو سخنور ہوا

کبھی ہم کو بھی تھی سوج طراوت نزہت خاطر	وہ گلگشت چمن وہ شور کرنا آبشاروں کا
چمن میں جاتی ہی یاد آگئی کیرنگ یاروں کی	بہت بھایا مجھے نظارہ پھولوں کی قطاروں کا
مرے تلب جگر کی آگ نے بھڑکا دیا انکو	خبر کیا تھی جہنم منتظر تھا دو شراروں کا

ضرورت پلٹنوں کی توپخانوں کی ہی میدان میں
سفیر اب جنگ میں رہنا نہیں لازم سلوروں کا

بندہ تسلیم نے پایا ثمر تسلیم کا	آتش نمرود ہے یا باغ ابراہیم کا
حق سمجھتا اُسنے تیری ہے کیا کونہ نظر	خط جدول خود ہے بطلان صفحۂ تقویم کا
ہو اگر فکر بہشت اس ہاتھ سے اُس ہاتھ لے	پل بنا دست کرم کو کوثر و تسنیم کا
شامت اعمال باہم صورت نادر گرفت	اب نظر آنے لگا اُلٹا اثر تعلیم کا
ہو نصیحت تلخ رکھ اُس کے فوائد پر نظر	ذائقہ شیریں نہیں ہوتا ہی برگ نیم کا

تو بسر کر اپنی شل جوہر فرد اے سفیر
مال دنیا میں کوئی جھگڑا نہ رکھ تقسیم کا

حسن عالم سوز کس کا تھا کہ جاں پرور ہوا	کس نے یہ صورت بنائی کون صورت گر ہوا
مرغ دل کو آشیان لامکاں سی ربط ہے	پھر ٹھکانا ہی نہیں جب آپ سے باہر ہوا
حضرت زاہد کے اعمال ریائی کے لئے	صفحۂ پہلو کو نقش بوریا مسطر ہوا

وله

زندگی کی آفتوں میں گر دل بھی مر رہے گا
مشکل میں کون اپنا سینہ سپر رہے گا

ردیف الف

[illegible]

طوفاں ہوا کریں گے محشر بپا رہے گا
آنکھوں میں تیری جبتک جادو بھرا رہے گا

کبتک جدا تو مجھ سے اے بیوفا رہے گا
دل خون ہو رہا ہے پھر مجھ میں کیا رہے گا

اُس سے وہی ہے واقف جس سے پڑا ہی پالا
وہ آشنا بھی ہو کر نا آشنا رہے گا

کہتے ہیں تیر مژگاں ہم دل کو چھاند لینگے
پہلو میں چھپ رہا ہے کبتک بچا رہے گا

عاشق کا دل چرا کے ہوگی نہ کچھ ندامت
پھر سب میں سرخرو وہ وزدِ حنا رہے گا

دل کو سفیر اپنے سمجھائیں اب کہاں تک
جائے گا ایکدن یہ یا خود وہ آرہے گا

تھا سائل مراد سے بیڑا لگا ہوا
جس دم محیط عشق میں شوق شنا ہوا

پائی ہے قتل ہو کے شہیدوں نے زندگی
ہر قطرہ آب تیغ کا آب بقا ہوا

وحشت تو دیکھئے شب تاریک ہجر کی
سایہ بھی دور جا کے کھڑا ہے چھپا ہوا

ہیں فاقہ مست اور در میخانہ پر جبیں
چھوٹی کوئی نماز نہ روزہ قضا ہوا

گل کیطرح شگفتہ ہوا داغِ آرزو
آئی بہار زخم جگر کا ھرا ہوا

میں دردِ جاں کنی سے بچا ہو گئی نجات
خنجر کا دستہ حلق پہ دستِ دعا ہوا

اس خاکسار کا یہ کمالِ عروج ہے
سر پر زمین تو جسے چرخ مرے زیر پا ہوا

آتا ہے دوست دوست سے ملنے کیواسطے
آپ اسے اتنی دور مرے گھر تو کیا ہوا

مری آہ و فغاں سے پیدا ہوا نالہ سلاسل کا

اٹھا پیچ و تاب اسطرح سے گیسو کی الفت میں

[illegible]

ولہ

شغل مے کب تری فرقت میں گوارا ہوگا
مرا خون نابۂ دل بادۂ صہبا ہوگا
زلف شبگوں سے عیاں چہرۂ زیبا ہوگا
آب حیواں اسی ظلمات سے پیدا ہوگا
طالب دید قدم رکھتے ہی موسیٰ ہوگا
ذرہ کوہ ستم برق تجلے آیا ہوگا

بڑھاپا حسن دو ہاتھ اور بھی ہاتوں کو پھیلاکر
حریف رو سیہ کے گھر گیا وہ آس اب ٹوٹی
گلے کا ہار ہو جاتی ہے جسکو تاک لیتا ہے

خجل ہے تیری انگڑائی سے ہالہ ماہِ کامل کا
بھروسہ دو گھڑی آگے تھا کیا کیا نقشِ کامل کا
اجل سمجھی ہوئی ہے تو اشارہ چشمِ قاتل کا

سفیر اب اس غزل میں تم بھی بہرِ قافیہ کہدو
لکھا ہے خواجہ منفور نے بھی نام بیدل کا

ہوا ہو شوق ان کو بھی نہ آبِ تیغِ قاتل کا
شبِ تاریک ہی میں ملگیا آخر پتا دل کا
فلک نے چارہ سازی کی ہے کسدن ہم غریبوں کی
خضر کے بھیس میں آکر ملے رہزن عجب کیا ہے
ہمیں بھی یاد آجاتی ہیں وہ بیتابیاں اپنی
میں دیوانہ ہوں اسکی چشم فتاں کا عجب کیا ہے
نہ کیوں شاخِ قلم پر بھی گماں بیدِ مجنوں کا ہو
ٹھہر کر تیرے عارض پر پہنچ جاتے ہیں دامن تک
تمہاری مانگ تو گیسو سے بڑھکر راہزن نکلی
گدائی کی جسے خو پڑگئی جاتی نہیں سچ ہے

کہ موجوں میں بھی عالم ہے مری بیتابیِ دل کا
ترے زلفوں نے کھولا کھل سکے عقدہ میری مشکل کا
بنا کسدن یہ پایا زخم دامندار بسمل کا
غبار اٹھ اٹھ کے دھوکا دیرہا ہے مجھکو منزل کا
لہو رلوا تا ہے دل کو تڑپنا مرغِ بسمل کا
شباہت آنکھ کی پیدا کرے حلقہ سلاسل کا
رقم کرتا ہے مضموں صفحۂ کاغذ پہ محمل کا
طریقہ جانتے ہیں اشک بھی قطع منازل کا
مجھے تو خوف ہے شب سے زیادہ دن کی منزل کا
فلک کسدن نہ نکلا لیکے کاسہ ماہِ کامل کا

[illegible]

بیقراری سے جو ہر وقت میں چھپ لیتا ہوں
لالہ رو ہو نہیں حسرت جو رہیگی مجھ کو
شیشے خالی یوں ہی پھینکونگا جو پی پی کے شراب

ہنس کے کہتے ہیں دوپٹہ مرا میلا ہوگا
داغ دل رشک وہ لالۂ حمرا ہوگا
ایک ان صحن چمن گنبد مینا ہوگا

عادتیں اُس سے برائی کی نہ جائیں گی سفیر
اپنی قسمت سے جو ادنےٰ کوئی اعلےٰ ہوگا

وہاں یہ گرم ہے بازار خود نمائی کا
گلہ سفیر سے کرتے ہو بے وفائی کا
ملے تو ڈھونڈھ کے لے آؤں تیشہ فرہاد
کوئی جوانوں سے پوچھے تو اُن کی دلکی اُمنگ
فراق میں یہ چڑھا ہے رنگ نالوں نے
میں اُس کی تیغ پہ کیوں نقد جاں کروں نثار
بغیر آنکھ اٹھائے وہ رہ نہیں سکتے
کبود کر دیا گر دوں کو میرے نالوں نے
چمن میں دیکھ کے آتا ہے مجھکو پیار بہت
جو چھالے پھوٹتے ہیں خار ہوتے ہیں سیراب

کہ اب تو وقت نہیں قسمت آزمائی کا
یقین آگیا تم کو شنی شنائی کا
پہاڑ بن گیا ہے آج دن جدائی کا
عجیب لطف ہے آغاز آشنائی کا
کہ زرد ہو گیا چہرہ شب جدائی کا
چلن جہان میں دو طمن کی ہے رونمائی کا
بڑا ہوا ہے جنھیں ذوق آشنائی کا
کہ رنگ پھوٹ کے نکلا شب جدائی کا
ہے شاخ گل میں جو عالم تری کلائی کا
مجھے تعلق نہیں اپنے برہنہ پائی کا

۵۹

ہاران کی بزم میں کیا عیب غیر دامنگیر
حریف جذبۂ مردانہ رسائی کا
زمانہ جس کو سمجھتا ہے نوح کا طوفان
وہ ایک موج ہے دریائے آشنائی کا
نفس ہے سایۂ ابر بہار سے
خوشی کے ساتھ ہوا ان کی بھی رہائی کا
سفیر دل میں جو ہے
ابھی تو وقت ہے اب قسمت آزمائی کا

۱۰

[illegible]

صید گہ میں ایک صید ناتواں تھا دل مرا
دیکھ کے نوکِ تیر یار ترکِ ستمگر لے چلا
دیکھیاں دیں سایۂ دیوار سے کیوں اے عقد
کیا ہوا اگر میں کسی کا روزنِ در لے چلا
محتسب میں رندوں ہی کا پلہ رہا بھاری مگر
مجھ سے واعظ مانگ کر کیوں دامنِ تر لے چلا
بار خاطر شب کو گلشن سے جو سمجھا صبحدم
میں بھی شبنم کی طرح بستر اٹھا کر لے چلا

بڑھ گئے ہو خوان خلیل اللہ سے اخوانِ زرق
میہماں کثرت سے آئیں غل ہو بسم اللہ کا

بتکدے والوں سے کچھ دل کو خصوصیت نہیں
اُس طرف بھی جا نکلتا ہے فقیر اللہ کا

صاعقہ افگن ہے کس دل سوختہ کی آہِ گرم
چاندنی راتوں میں جلجاتا ہے خرمن ماہ کا

بہرِ عبرت قبر جب کھودی کسی درویش کی
گورکن کہتا ہے دیکھا میں نے مُردہ شاہ کا

دل مرا ہنگامِ عسرت بھی غنی ہے اے کریم
بانٹ کر کھاتا ہوں میں صدقہ تری درگاہ کا

طفل بازی کوش کی صورت نہیں اکو قرار
ہے دبستانِ جہاں پر رشک جو بازی گاہ کا

ایک شب تو چین سے سونے دے مجھکو اے لحد
میں تھکا ماندا مسافر آرہا ہوں راہ کا

امن آسایش ہماری ہے اسی سے اے سفیر
دم غنیمت ہے دکن میں شاہ آصفجاہ کا

آئینے میں دل کے میں عرفاں کا جوہر لیچلا
زندگی خضر و اقبال سکندر لیچلا

ایک چادر ہنے سے کیا خانہ بدوشوں کو ہی کام
سیل کے مانند میں کاندھے پہ بستر لیچلا

ہم نے نقدِ صبر سی دولت نہیں دیکھی ہے
مانگ کر محتاج سے جس کو تو نگر لیچلا

پھر لبِ شیریں سے دی تو نے مجھے دُشنام تلخ
پھر تری محفل سے میں قندِ مکرر لیچلا

ایک بیک چمکی ہے قسمت مجھکو حیرت کیوں نہ ہو
بزم میں اک آئینہ رو کی مقدر لیچلا

نگہتِ گیسوئے جاناں لیچلی موجِ نسیم
شمع محفل کا دھواں لفظ سے گھونگر لیچلا

[illegible]

شب کو مرقد پہ ہجوم شمع رویاں بڑھ گیا
فاتحہ پڑھنے جو آنکلے چراغاں بڑھ گیا

ہاتھ میری نبض پر رکھتے ہی بول اٹھا طبیب
دل لگی کس سے ہوئی جو سوز پنہاں بڑھ گیا

میں یہ سمجھا مجھ سے پریاں جھک کے جب ملنے لگیں
آج کل کچھ عدل سرکار سلیماں بڑھ گیا

پیشوائی کو تری وحشی کی آتے دیکھکر
اپنی حد سے سایۂ نخل مغیلاں بڑھ گیا

ہم ضعیفی میں جوانی سے ہیں بڑھکر روسیاہ
سر ندامت سے نہیں خم بارِ عصیاں بڑھ گیا

اشکِ غم سے دل تہ و بالا ہوے عشاق کے
کشتیاں ساحل پہ ڈوبیں گی کہ طوفاں بڑھ گیا

دیکھکر ابر و چھپا خورشید برج قوس میں
ماہ نو سے جب ترا عکس گریباں بڑھ گیا

سرکشی بھی دہر میں ہے عین پستی کی دلیل
بجھ گئی جب شعلۂ شمع شبستاں بڑھ گیا

جو ہیں پاکیزہ گہر سختی سے گھبراتے نہیں
قید میں یوسف کے ہے رتبہ دوچنداں بڑھ گیا

تکتے ہی صورت کو اس کی رہ گئے جن بلک
سر پہ رکھکر پاراں دونوں سے انساں بڑھ گیا

یہ نہ دیکھا پیچھے پیچھے ناقہ کے مجنوں بھی ہے
شعر کچھ پڑھتا ہوا آگے حدی خواں بڑھ گیا

رنگ کب جمنے دیا طاؤس کا رفتار نے
تجھ سے کس دن چال میں کبکِ خراماں بڑھ گیا

کرتا ہے تسخیر شاہوں کو فقیر اس نقش سے
بوریے سے میرے کب تختِ سلیماں بڑھ گیا

جوش گریہ میں جو دیکھی شکل اپنی دیکھ لی
دیدۂ آئینہ میں آشوبِ طوفاں بڑھ گیا

زلف نے رونق بڑھا دی عارضِ پرنور کی
آیتیں اتنی ہوئیں نازل کہ قرآں بڑھ گیا

ولہ

غرورِ حسن کی اللہ رے آتش افروزی
نگہ کو برق کیا برق کو شرار کیا

خدا نہ بخشے گا کیا مجھکو اُس کے صدقے میں
جسے کہ فخرِ عرب فخرِ روزگار کیا

ہٹا کے زلف کو چوری ہے چشمِ خشم آلود
اندھیری رات میں یوں شیر کا شکار کیا

گرج کے ابر نے کی دل میں گدگدی ساقی
اسی بہار نے مجھکو شراب خوار کیا

رکاب تھامنے کو دوڑی حسرتِ پابوس
جنوں نے توسنِ وحشت پہ جب سوار کیا

خدا کے ہاتھ میں دونوں کے دل تھے کیا کرتے
اُسے قرار دیا اِس کو بے قرار کیا

اشارے چشمِ سخنگو کے دل نے کیوں سیکھے
اسے بھی درسِ اشارات میں شمار کیا

سنبھالتے ہوئے احباب لے چلیں گھر کو
کسی نے تیرِ نظر سے جگر فگار کیا

توہی نے ڈالی ہے آزادیوں پہ خاک اے چرخ
اسیر تو ہی نے اے نیلگوں حصار کیا

خجل ہے اختر صبح نشور دُر سے ترے
کچھ ایسا پرتوِ عارض نے آبدار کیا

اگرچہ بزم میں تھا رُعبِ حسن کا مانع
لگا دٹوں سے مرے دلکو بے قرار کیا

لگے بازوے ہمت نے زور کچھ ایسے
محیطِ عشق سے بیڑے کو میرے پار کیا

بغل میں حور کہیں آنہ جائے اے قاتل
شہیدِ ناز کو تنہا تہِ مزار کیا

وہ مجھسے کہتے ہیں اللہ ری پاکدامانی
لگا کے ہاتھ مجھے کیوں گناہگار کیا

مرے نصیب کی خوبی تو دیکھ اے ہمدم
ہوا وہ دشمنِ جاں جس کو میں نے پیار کیا

۶۳

ولہ

[illegible]

حسنِ صبیح ہستہ نہ چھپکا رہا کہیں | چین و فرنگ میں بھی یہ شورش فگن ہوا
اب یہ زمین کا ہے نہ ہے آسمان کا | نالہ نکل کے دل سے غریب الوطن ہوا
دل کا صفائے قلب سے مردم میں ہے وقار | یہ آئینہ بھی زیبِ دہ انجمن ہوا
مجھ رند کا تو رنگ نہ کرنا تھا اختیار | بلبل بھی آج مستِ بہارِ چمن ہوا
روتا ہوں جائے گورِ غریباں میں روز و شب | احباب سارے اُٹھ گئے خالی وطن ہوا
بہلاتا دل کو وادیِ غربت میں کس سے میں | سایہ ہی اُٹھ کے مجھ سے مرا ہم سخن ہوا
اے چرخ بڑھ گئیں تیری نیرنگ سازیاں | فیروزہ رنگ لانے لگا جب کہن ہوا
کیا زخم خار سے ہو خطر گرد باد کو | اُٹھ کر جہاں وہ بیٹھ گیا بس وطن ہوا
بوئے خلدِ بہشت کی آئی مزار میں | اُس کا بسا ہوا جو دوپٹہ کفن ہوا
تہذیب کے خلاف ہے ناصح نہ مجھ پہ ہنس | دکھلائیں گے وہ دانت اگر خندہ زن ہوا

رہجاتی یادگار تری باغ میں سہیم
مقطع کبھی نہ مصرعِ سروِ چمن ہوا

مقبول اب حسینوں میں اپنا سخن ہوا | آیا جو نقش لب پہ عقیقِ یمن ہوا
تیرِ نظر کسی کا نہ بھٹکا کہاں کہاں | آتے ہی میرے دل میں وہ جزوِ بدن ہوا
جادو کی کیا بساط ہے معجز کے سامنے | گوسالہ سامری کا تڑپ کر ہرن ہوا

غزل نمبر ۶۶

چوموں گا اُن کے مصحفِ رخ کو ہزار بار
زاہد ہے مجھکو پاس کلامِ مجید کا

جنگل میں بھی مرے لئے منگل ہے جان لو
جس روز تم ملو ہے وہی روزِ عید کا

نسلِ امامِ عصر ابھی تک ہے دہر میں
ناپید خانوادہ ہے ہارون رشید کا

کہتا ہے دل کہ حلقۂ خاتم کی زیب ہوں
حاضر ہے لیجئے یہ نگینہ حدید کا

شاہوں کے ہاتھ کانپتے ہیں وقتِ فاتحہ
ابتک وہی جلال ہے اُن کے شہید کا

ہیں منکر و نکیر سے اُٹھ کر گلے مِلا
دھوکا ہوا کفن پہ مجھے صبحِ عید کا

اللہ کس طرح سے کٹیگی شبِ فراق
پھر آج سامنا ہے عذابِ شدید کا

جرّاح دیکھ پھر شفقی پیرہن ہوا
ٹوٹا ہے ٹانکا زخمِ دلِ ناامید کا

ہے آج بند قفلِ درِ میکدہ تو کیا
لے کام موجِ بادہ سے ساقی کلید کا

آلِ نبیؐ پہ ختم ہوی ہے بہادری
بچوں سے بھاگتا پھرا لشکر یزید کا

قاصد پہ کیا گذر گئی کیا جانے راہ میں
خود بھی نہ آیا خط بھی نہ بھیجا رسید کا

جب چاہے آؤ شام رہے یا سحر رہے
ہے تمکو اختیار سیاہ و سپید کا

افسردہ دل بہار میں لالہ رہے نہ کیوں
اُترا ہوا ہے پھول مزارِ شہید کا

ہاں پیر میفروش سے صحبت رہے گی گرم
جاڑوں میں لطف آئیگا مے کی کشید کا

کیونکر چلوں قدم بہ قدم آسمان کے
کیسا ہے پیر پاس نہیں ہے مرید کا

۶۵

کالی گھٹا میں دیکھ لیا چاند عید کا

طوق کلا فگن یونہی جو رہیگا جمال دوست
کیا آئینہ بھی بنیگا مثال جمال دوست
پیدا اب آئینہ ہی میں ہوگی مثال دوست
اٹھیں گی انگلیاں کبھی ابرو کے یار پر
پیدا کریگا نام چمک کر ہلال دوست
شبنم کی طرح ہو کے فنا باغ میں چلو
سبزہ کی طرح خلق میں ہے پائمال دوست
حوروں کا بھی وہاں نہیں ہوتا گذر کبھی
پریوں کو کب نصیب ہے بزم خیال دوست
تماشائے روز روئے عدیم المثال دوست

ولہ

کاشانۂ عدم میں ہوئی انجمن درست
رکھا یاد اسے سغیر پہ قول اسیر تو
میرا ہی سب قصور ہے اے جان من درست
پھیلا ہے پاؤں وصل کی شب سو رہا تھا کون
اُس کی زبان درست نہ اُس کا دہن درست
وعدہ خلاف بھی ہے وہ دشنام دوست بھی

گردش میں جام بادہ نہیں ہے یہ ٹھہر ہو	کرتا ہے رقص بزم پری رو میں آفتاب
اوس کا رخ صبیح نہیں ہے یہ زیر زلف	رہتا ہے روز کوچۂ گیسو میں آفتاب
روز وصال اُس نے جو رخ اس طرف کیا	سمجھا میں آگیا مرے قابو میں آفتاب
دو دن کی روشنی سے منور ہے سب جہاں	گردوں پہ ایک اک مرے پہلو میں آفتاب
پلّہ تمہارے حُسن کا اُس سے گراں رہے	تُلجائے حُسن کی جو ترازو میں آفتاب
چکھنے کو دی ہے ساقئ گردوں نشیں نے مے	حیرت نہ کیوں ہو ہے مرے چلو میں آفتاب
تشبیہ دوں میں کیا گُلِ رخسار سے سغیر	ایسا تو رنگ میں ہے نہ خوشبو میں آفتاب

ردیف التاء

عیسےٰ کی کیا مجال ہے ہے یہ سخن درست	اپنے مریض کو تو کریں آپ تندرست
خالق کے ہاتھ میں ہے عناصر کا اعتدال	کس کے کئے ہوئے ہیں یہ چاروں چمن درست
رونق مکین سے ہے ہمیشہ مکان کی	جب روح چل بسے تو رہے خاک تن درست
فصل بہار راس نہ آئی کبھی ہمیں	ہنسنے لگا جنوں جو کیا پیرہن درست
آتا نہیں ہے شیخ اگر راہ راست پر	تیرا خیال بھی نہیں اے برہمن درست
کب مرد زال دہر کے پھنستے ہیں دام میں	اس بے وفا کا میں نے نہ دیکھا چلن درست

حیدرآباد کو جو سمجھے گا ... تو حضرت
واں بھی یاد آ رہیگا خواجہ ترا دربار بہت

ولہ

دونو کا ایک حال ہے وادیٔ عشق میں
اُن کو خیالِ غیر تو مجھ کو خیالِ دوست

بجلی جو چمکی یاد مجھے آئے تم بہت
مصرع یہ لکھ کے بھیجدیا حسبِ حالِ دوست

بوٹا سے قد کی شان ہی جوبن سے اور ہے
کیا بارور ہوا ہے الٰہی نہالِ دوست

فرطِ حیا سے وصل میں وہ آب آب ہے
مجھکو ڈبو نہ دے عرقِ انفعالِ دوست

اک روشنی ہے قہر کی اور ایک لطف کی
ظاہر ہے مہر و مہ سے جمال و جلالِ دوست

الطاف نامہ اُس کا ہے پر سے بندھا ہوا
آیا سفیر ہُدہُد فرخندہ فالِ دوست

حسن پر اپنے نہ اترا تو ستمگار بہت
دل سلامت ہے ہمارا تو ہیں دلدار بہت

نظر آتے ہیں جو زنداں کے سزاوار بہت
دل کی لیتے ہیں ترے گیسوئے خمدار بہت

ترے کوچے میں ہے اتنا ہی سہارا کافی
جھانکنے کے لئے ہیں روزنِ دیوار بہت

کیا حسینوں کی کمی گر نہ ہو رسوائی کا ڈر
یوسفِ دل کے ہیں دُنیا میں خریدار بہت

دن کا ہوتا ہے گماں عارضِ روشن پہ ترے
یادِ گیسو کی دلاتی ہے شبِ تار بہت

کوچۂ یار کو کیوں وادیٔ ایمن نہ کہوں
مثلِ موسیٰ ہیں یہاں طالبِ دیدار بہت

دم ترے ہجر میں گھبرائے جو گرشاکِ چمن
دل کے بہلانے کو ہیں شہر میں گلزار بہت

چاہنے والے سے اپنے تمہیں کچھ شرم نہیں
ایک بھی رانہ ہوا ٹل گئے اقرار بہت

گلشنِ حسن میں تجھ سا گل اندام کہاں

ولہ

[illegible]

زینت افزائے حرم اُس کی ... دل شکستہ ہو نہ کیوں بادِ سحر کی صورت

... روتے ہیں ... پنہاں کی ... اشک گرتے ہیں آنکھوں سے گہر کی صورت

آبرو رکھتے ہیں اشعار ہمارے بھی سفیر
سخن صاحب پاکیزہ گہر کی صورت

ولہ

داغ دل میں ہے مرے نور الٰہی کا ظہور	پردۂ شب میں ہے پوشیدہ سحر کی صورت
دل میں جو یادِ وطن ہے مرے ہنگام سفر	آئینہ میں نظر آنے لگی گھر کی صورت
حسرتِ دید لئے جاتا ہے عاشق تیرا	دل میں ناسور ہے اک روزنِ در کی صورت
دستِ نازک میں قلم کیا دمِ تحریر تھے	اُن کا پہونچا بھی لچکتا ہے کمر کی صورت
ساتھ اشکوں کے ہے خونابۂ دل بھی شامل	ایک شیشے میں ہیں یہ لعل وگہر کی صورت
رنگ لائیگی ابھی اُس کی سُنہری رنگت	دلپہ ہے نقش مرے سکۂ زر کی صورت
کان دیکر وہ سُنا کرتے ہیں فریاد مری	اب تو پیدا ہوئی نالوں میں اثر کی صورت

یہی کمبخت ہوا ہے خلل انداز سفیر
میں نہ دیکھونگا کبھی مرغِ سحر کی صورت

دھیان منزل کا مرے دلمیں ہے گھر کی صورت	کیوں سفر میں نظر آئے نہ حضر کی صورت
جوہرِ تیغ مرے آئینۂ دل میں ہے	کیوں نظر آئے نہ اب فتح وظفر کی صورت
دیکھ میخانے میں ہنگام صبوحی ساقی	جام مستوں کے بھی بجتے ہیں گجر کی صورت
لکھنے دیتی نہیں خط مجھکو جو سر گرمیٔ شوق	پرزے نامے کے بھی اُڑتے ہیں شرر کی صورت
باادب باش پکار اُٹھا درِ جاناں سے	دیکھی دربان نے جو مجھ خستہ جگر کی صورت
کب کسی سے گرہِ راز جہاں کھلتی ہے	ہے یہاں ایک سفر اور حضر کی صورت

[illegible]

ردیف [illegible] اشعار

[illegible] کمال عبث
[illegible] حال عبث
[illegible] ملال عبث
[illegible] زوال عبث
[illegible] نقطۂ خال عبث
مصرع [illegible] مثال عبث
عشق میں رکھیے [illegible] قال عبث
صوفیانہ ہے حال و قال عبث

ہوں راہِ شرع میں بارہ امام کا پیرو	پسند آئی مجھے راہِ مستقیم بہت
سفیر شافیٔ مطلق ہی دے شفا مجھکو	خدا ہی فضل کرے حال ہے سقیم بہت

ردیف تاے ہندی

دکھلاؤں نگاہیں آپ کو اپنے جگر کی چوٹ	مجھکو سنبھلنے دیگی جو ترچھی نظر کی چوٹ
اُس روے آتشیں سے ہے تسکین قلبِ زار	میں سینکھتا ہوں آگ پہ ہر دم جگر کی چوٹ
گیند ابھی کھیلنے میں وہ مجھسے یہ خوش رہا	ہے ناگوار یار کو گلبرگ تر کی چوٹ
رُخسار دونو دیکھ کے جلتا ہے آسماں	اک شمس کی ہے چوٹ تو ہے اک قمر کی چوٹ
دیکھا تھا کس ادا سے جو یہ حال ہو گیا	تڑپا رہی ہے خاکپہ کافر نظر کی چوٹ
مارا ہوا بچیگا نہ اُس ذوالفقار کا	دو ابروؤں کی چوٹ ہے تیغ دو سر کی چوٹ
میرا ہی سر ہے اور یہ ہمت مجھی میں ہے	کھاتا ہے روز کون ترے سنگِ در کی چوٹ
شیروں کو مجھ سے بچکے نکلنا محال ہے	ڈنکے کی چوٹ کہتی ہے اُن کی نظر کی چوٹ
تلوار سے ڈراؤ نہ تم اُس کو میکشو	کافی ہے محتسب کے لئے مشت زر کی چوٹ

دل تھام کر وہ آے مرے گھر کو اے سفیر
رُکتی بھی ہے کسی سے دعاے سحر کی چوٹ

ولہ

دل مرا [illegible] ہے پامال عبث
ہے سر [illegible] لا حاصل عبث

دیوان سفیر

۸۱

رنج کیوں [illegible] کرتا ہے ذبح
[illegible] دیتا ہے او قاتل عبث
میں ہوں اُن کی بزم میں شامل عبث
[illegible] قاتل عبث
[illegible] نقش تو غافل عبث
[illegible] عشق [illegible] عبث

ردیف جیم معجمہ

[illegible] وصل کی شب [illegible]
[illegible] کیوں کرتا ہے اب [illegible]
[illegible] شب غم کی احتیاج
[illegible] مدعی کی احتیاج
[illegible] شراب کی احتیاج
[illegible] جہنم کی احتیاج

کیوں جیتے ہم اُس سے بحرِ لطافت تری ثنا
گویا نہیں ہے حیف ذرہ بھی زبانِ موج
بے شک سوار اس میں ہے یوسف لقا کوئی
کشتی کے ارد گرد ہے کیوں کاروانِ موج
طوفانِ اضطراب کا موجب ہے ایک بحر
دریا میں رہکے ہم نے کیا امتحانِ موج
ہے بحروں کو اہلِ کدورت سے اختلاط
ساحل پہ جا بجا نظر آئے نشانِ موج

دونوں بے ثبات ہیں اتنا نہیں خیال [illegible] حباب و بیانِ موج
دل کو بھی پیچ و تاب ہے [illegible] زبانِ موج
اُس بحرِ حسن کی جو لطافت ہے جانِ موج

[illegible]

ولہ

دریا کی طرح رکھتا ہے کیا جزر و مد مزاج
ہوں غرقِ حیرت اُس کے تلون سے [illegible] مزاج
قابو میں اپنے رکھتا ہے [illegible]
ہم خضر کی طرح [illegible]

اللہ تیرے در سے ملے جو مجھے ملے
دنیا میں خلق سے نہ ہو اکرم کی احتیاج
ابرو سے کام لیتا ہے قطع و برید کا
اُسکو نہیں ہے خنجر خوشخم کی احتیاج
پیرِ مغاں کی خیر مناتے ہیں سات دن
رندوں کو کب ہے بخششِ حاتم کی احتیاج
ادنےٰ سے فیض یاب ہوں اعلیٰ یہ ہے محال
ہوگی نہ آفتاب کو شبنم کی احتیاج

دریا بھیگا فرقتِ ساقی میں اے سفیرؔ
آنکھوں کو بھی اشکِ دمادم کی احتیاج

ولہ

کوچے سے عشق کے ہے ابھی نابلد مزاج
کرتا ہوں اُسکو پیار تو ہوتا ہے بدمزاج
مجھکو رقیب ٹھگ نہ سکا راہِ عشق میں
روباہ بازیوں میں نہ آیا اسد مزاج
بیمارِ غم کی ہوگی عیادت نہ بعدِ مرگ
پوچھیگا کون آکے میانِ لحد مزاج
جنت میں اور کوچۂ جاناں میں فرق ہے
بہلیگا حُور سے بھی نہ اب تا ابد مزاج
لیجائے بھی جو کوئی کجاؤں میں اسطرف
حرص و ہوا کے کوچے سے ہے نابلد مزاج
طینت میں عاجزی ہے میں وہ خاکسار ہوں
تجھسے بگڑ سکا نہ کلاہ نمد مزاج
خود جل کے خاک ہوتے ہیں غیروں کے واسطے
رکھتے عجب طرح کا ہیں اہلِ حسد مزاج
سمجھایا کیں خوشامدیں وہ مانتا نہیں
رکھتا ہے کوئی اپنے بگڑنے کی حد مزاج
یوں آئیگا نہ ابلقِ ایام راہ پر
نرمی ضرور ہے کہ یہ گھوڑا ہے بدمزاج

آزادہ رو [illegible]
ساحل سے [illegible] عنانِ موج
بپری سفیرؔ [illegible] فنا میں ڈوبنا
[illegible] مجھکو گمانِ موج

ولہ

[illegible] محفل میں دکھا کر ثبت مردانہ آج
[illegible] خالی یار کا کاشانہ آج
[illegible]

خون عاشق سے ہے دست یار سرخ
ہاں یہی خون تاپہ دل ہے [illegible] سرخ
ہیں اثر سے دیوان کے اشعار سرخ

ولہ

قاصد لایا نہیں پیغام تلخ
تو نے [illegible] ہے آرام تلخ
کیا ہی چشم خشم آلود ہے [illegible] تلخ
کون کہتا ہے کہ ہے جلاباد آم تلخ
پھیکی ہے وصلت جاناں سے [illegible] تلخ
بادۂ غم کا بھی ہے جام تلخ
شہد سے بھی اس میں لذت ہے فزوں
مجھ کو دیتا ہے جو وہ دشنام تلخ
انکے انکار جو وعدہ ٹل گیا
نامہ بر کو ہو گیا انعام تلخ
لطف آزادی ہمیں آتا نہیں
زندگی اپنی ہے زیر دام تلخ

دیوان سفیر

عشق کی لذت سے واقف ہے سفیر
ابتدا سے ہیں سب اپنے امر تلخ

ردیف دال مہملہ

ہاتھ سے اپنے جو وہ غیر کو دیتا ہی شراب
اپنے غصہ کو میں پی جاتا ہوں آنسو کیطرح

وہ چھپا لیتے ہیں آنچل سے جو چہرہ کو کبھی
ذرے افشاں کے چمک جاتے ہیں جگنو کیطرح

زلف کی یاد میں ہے نیند پریشاں ایسی
خواب ہی آنکھ میں بکھرے ہوئے گیسو کیطرح

وجہ درکار عداوت کی نہیں دشمن کو
نیشتر ان رہتا ہے کمبخت یہ بچھو کیطرح

چوم لینے کو جو بڑھتا ہوں کبھی اے قاتل
تری تلوار بھی کھنچ جاتی ہے ابرو کیطرح

کہتا ہوں پھینک کے میں شیشۂ خالی شب ہجر
یہ بھی بیکار ہوا اب مرے پہلو کیطرح

کاکل یار مجھے یاد دلانے کے لئے
آگیا ابر سیاہ چاند پہ گیسو کیطرح

اپنے عشاق کے سایہ سے جو وحشت ہی سفیر
رم کیا کرتے ہیں خوش چشم بھی آہو کیطرح

ردیف خائے معجمہ

فصل گل میں ہو گئے گلزار سرخ
لالہ کوہی سے ہیں کہسار سرخ

عاشق و معشوق ہیں پھولوں میں بھی
زرد ہیں دہ چار تو دو چار سرخ

آگ کھانے کا اثر جاتا نہیں
کیوں ہے رنگ مرغ آتشخوار سرخ

ہمنے گلشن کی دورنگی دیکھ لی
سبز ہیں شاخیں تو ہیں اشجار سرخ

بسملوں کا روندھنا اچھا نہیں
خون کے چھینٹوں سے ہے دیوار سرخ

[illegible] قاصد
[illegible] تیرا انتظار [illegible] قاصد
[illegible] صاف مجھ سے [illegible] قاصد
[illegible] لایا قاصد
[illegible] لانا قاصد
[illegible] بھول [illegible] قاصد
[illegible] سوار قاصد

ولہ

عشاق پہ [illegible] جور و جفا بس

[illegible]

جو حال ہے صاف جا کے کہدے
کیا لکھے سفیر زار قاصد

جو تری بات ہی ہے اے بت خود کام پسند
مجھسا دنیا میں نہوگا کوئی دشنام پسند

گرتی تھی برق بلا بن کے دلوں پر جو نظر
ہوگئی دیدۂ تصویر میں آرام پسند

عشق میں چاک گریباں مجھے رہنے نہ دیا
اے رفوگر نہیں آتا مجھے یہ کام پسند

اُسکو دیتی ہے مزہ سنگ زنی لڑکوں کی
ترے دیوانے کو ہے انجمن عام پسند

دل کو محفوظ رکھے عشق و محبت سے خدا
مجھکو آغاز پسند اسکا نہ انجام پسند

اپنی رحمت سے وہ بخشے تو عجب کیا ہے سفیر
ترے افعال کرے خالق علّام پسند

کرتی ہے سب کو چشم بت گلعذار صید
کسطرح ہوگا آہوے مردم شکار صید

ہوتے ہیں دل اسیر سر دام زلف میں
کس دن وہ پھانس لاتی نہیں پانچ چار صید

اُس سمت جا رہا ہوں میں دلکو لئے ہوے
صیاد سے یہ راہ میں ہوگا دوچار صید

تیر شکار ہونے کی رکھتے ہیں آرزو
ہوتے ہیں تجھکو دیکھکے بے اختیار صید

پھرِ شکار چل کہ ترے انتظار میں
باندھے ہوے کھڑے ہیں مری جاں قطار صید

دیکھا ہوا ہے حلقۂ زلفِ دراز پر
ہو جائیگا سفیر دل بیقرار صید

ردیف الغین

دم گھٹ کے نکل جائے جو بلبل کا عجب کیا
[illegible] گلشن کی ہوا بند

[illegible] اہل قناعت
[illegible] وضع کے پابند

[illegible] نہ آؤں
دروازہ نہ رکھے گا [illegible] ماہ لقا بند

[illegible] اشعار
ہوتا ہے کہیں فیض امیر الشعرا بند

ردیف دال ہندی

[illegible]

ردیف را مہملہ

نہ بھروسہ مجھے اسکا نہ بھروسہ اُس کا

سچ تو یہ ہے کہ بڑا بول نہ بولے انساں

ننگ و ناموس کی پروا نہیں کرتے وہ حسیں

قبر میں ساتھ نجائیگی یہ نخوت ہرگز

رخِ روشن پہ فدا ہوں میں غرض کیا اس سے

میری مشکل ہے جو مشکل تھی وہ آساں ہوئی

کوئی مضمون جہاں میں نہیں بچنے پاتا

مردِ میداں اسد اللہ سا ہوگا نہ سفیر

نہ لیاقت پہ مجھے فخر نہ خدمت پہ گھمنڈ

ہر وہ رسوائے جہاں تھا جسے عصمت پہ گھمنڈ

حسنِ سیرت کی عوض ہے جنہیں صورت پہ گھمنڈ

اہلِ دولت کو ہے دو روز کی دولت پہ گھمنڈ

کیوں شبِ ہجر کو ہے سانولی صورت پہ گھمنڈ

کیوں نہ ہو قادرِ مطلق تری قدرت پہ گھمنڈ

ہوں میں شاعر ہے مجھے زورِ طبیعت پہ گھمنڈ

تیغ کرتی تھی سدا جسکی شجاعت پہ گھمنڈ

ردیف ذال معجمہ

تھا سفر میں میں پہنچا اُسے کیوں کر کاغذ

بزمِ اغیار میں قاصد کو مرے فکر یہ ہے

پڑھ سکے ابرو کی صفت قتل نہ قاصد کو کرے

خط میں لکھی ہے جو میں نے صفتِ حسنِ صبیح

غیر کیوں آتا بھلا میری عیادت کیلئے

دستِ قاصد سے اُڑا لے گئی صرصر کاغذ

یا الٰہی اُسے پہنچاؤں میں کیوں کر کاغذ

ہو نہ جائے کہیں آبِ دمِ خنجر کاغذ

ورق مہر سے بڑھکر ہے منور کاغذ

ڈھونڈنے آیا تھا ظالم تہہ بستر کاغذ

شاہ مرداں کا ہے غلام سیفیؔ
اُس کو تکیہ ہے فضل مولا پر

گماں ہی سب کو دو آبے کا دیدۂ تر پر
گریں گے گنگ و جمن رشک اس سمندر پر

ملال کا ہے اثر قلب اہل جوہر پر
حجاب گرد یتیمی ہے روئے گوہر پر

ازل سے بخت میں میرے جو تلخ کامی ہے
گمان تھا تیرۂ حنظل کا شیر مادر پر

جگر کے ٹکڑے بھی کچھ آنسوؤں کے ساتھ رہا
پڑی گی آنکھ ستمگر کی لعل و گوہر پر

شکست رنگِ محبت کی آ رہی ہے صدا
کچل رہا ہوں جو رکھ رکھ لے دل کو پتھر پر

کبھی کٹے گی نہ گردن مری نزاکت سے
کبھی یہ ناؤ چڑھیگی نہ آب خنجر پر

ہوئی نصیب سعادت جو یار تک پہونچا
ہما کو رشک نہ ہو کیوں مرے کبوتر پر

کہو طبیبوں سے کیوں ناتواں سمجھتے ہو
ہیں دم ہی توڑ کے رکھ دوں کا آج بستر پر

کسی نے پیار سے ڈالی ہے اُس پر آنکھ ابھی
ہے فخر آئینہ کو طالع سکندر پر

اسی سے پار اُتر جائیں گے ترے بسمل
بنا ہے جوہروں کا پل جو آب خنجر پر

میں وقت بادہ کشی شاہ ہفت کشور ہوں
پڑے گی جم کی بھی آنکھ آج میرے ساغر پر

فقط وہ داغ زر و سیم دل پہ لے کے گیا
چراغ بھی نہ جلا تربت تو نگر پر

وہ چال ہے کہ قیامت کا دم نکلتا ہے
فدا ہے فتنۂ محشر بھی اُسکی ٹھوکر پر

غرور ہے امرا کو جو نخوت و دولت پر
ہے عنایت خدا کی رحمت پر

ولہ

سیفیؔ کیوں نہ کرے ناز اپنی قسمت پر
خدا کے فضل سے پایا ہے گوہر مقصود

ولہ

[illegible]

وہ ہی رشکِ چمن تو باغ کی جانب سے جب گذرا
پئے نظارہ بلبل چڑھ گئیں دیوار گلشن پر

عجب خوش اعتقادی تھی کہ جھک کر قدم چومے
بیاباں میں ہوا تھا خضر کا دھوکا جو رہزن پر

فلک کو لاگ ہے مجھ سوختہ قسمت سے کیوں ایسی
جب آیا برق بھی ہی گراتی ہے مرے خرمن پر

چمک کر دانۂ اسپند کی صورت نہ اڑ جائے
کلیجہ رکھ دیا ہے آتشِ سوزانِ گلخن پر

حسینوں کی محبت میں ہوا ہوں ہے یقیں اُن کو
سلیماں آئیں گی پریوں کو لیکر میرے مدفن پر

بنا روئے ندامت غازہ خود رُوئے زلیخا کا
رہا ہر گز نہ رسوائی کا دھبہ پاک دامن پر

گئے شکوے کہاں تک ہم ں گے اب جام دھر اجی لا
الا یا ساقیٔ مہوش گھٹا چھائی ہے گلشن پر

سیہ چشمانِ ہندی کی محبت میں ہوا ہوں میں
چریں گے سبزہ آکر آہوئے چین میرے مدفن پر

کلیدِ گنجِ مقصود آج اپنے ہاتھ آئے گی
دعا مانگیں گے ہم پڑھ کر نماز اوس گل کی دامن پر

ہلالِ عید جو رنگِ شفق میں جلوہ فرما ہے
شہیدوں کا لہو بھی جم گیا شمشیر آہن پر

بہار آئی ہے بے موسم یہ کیسے اشکِ خونیں ہیں
کھلے ہیں پھول لالے کے ترے عاشق کے دامن پر

جو رخ سے ہمسری کی اُس نے پھینکا توڑ کر اُسکو
رہیگا خون آئینہ کا روشن گر کی گردن پر

چرائیں فاتحہ پڑھنے سے آنکھیں اُس ستمگر نے
بھری ہے چوکڑی دو آہوؤں نے میرے مدفن پر

بجھانے کو ہی سیلِ اشک بھی موجود فرقت میں
جو سوزِ آہ سے بجلی گریگی دل کے خرمن پر

زرِ گل لٹ گیا گلچیں نے اپنی جھولیاں بھر لیں
نہ لوٹیں بلبلیں کیوں آتشِ سوزانِ گلخن پر

لہو اُڑتا ہے جب وہ بسملوں کو ذبح کرتے ہیں
ہزاروں سیکڑوں یاقوت ٹکجاتی ہیں دامن پر

سفیر اب مانتے ہیں اسکو بھی گوشہ محل والے
کریں گی رشک دائی پلٹنیں اس اپنی پلٹن پر

بہارِ موسمِ گل ہیں گرے بجلی جو گلشن پر
گماں ہو شاخِ نخلِ طور کا میرے نشیمن پر

[illegible]

ولہ

[illegible]

ولہ

اجل ہر اک سی گلے مل رہی ہے مقتل میں	جو صبح عید کا دھوکا ہے روے قاتل پر
بتوں نے داغ محبت نہیں دیا یہ مجھے	سیہ غلاف چڑھایا ہے کعبۂ دل پر
پسند آگئی ہے میرے دل کی بیتابی	پھڑک رہی ہیں وہ انداز مرغ بسمل پر
ملیگا پردہ نشینی کا لطف اے لیلےٰ	جو چشم قیس کا پردہ ہو تیری محمل پر

بہار میں یہی کہتے ہیں مجھ سے برگ درخت
سفیرؔ چاہئے بیعت کف جلا جل پر

ترجیح ہے صفات کو انسان کی ذات پر	فانوس یہ بنے ہیں چراغ حیات پر
ہر دم ولائے ساقئ کوثر سے مست ہوں	موقوف میکشی ہے نہ دن پر نہ رات پر
دل میرا اُن کی آنکھ سے بھی بڑھکے شوخ ہے	وہ اپنے داؤ پر ہے تو یہ اپنی گھات پر
ہے فصل گل چمن میں قفس میں مرے خزاں	گنتی کے رہگئے ہیں یہاں پانچ سات پر
اگلی سے الفتیں ہیں نہ تعظیم ہے نہ خلق	انکھیں نکالتے ہیں وہ اب بات بات پر
کیونکر لکھوں نہ میں لب شیریں کا اُسکے وصف	حافظ بھی جان دیتے تھے شاخ نبات پر
لیتا ہوں صبر و شکر سے میں کام ہر گھڑی	تکیہ ہے جب سے قادر مطلق کی ذات پر
اوس چشم خشمگیں کا جو میں لکھ رہا ہوں وصف	لکھی بھی بیٹھنے نہیں پاتی دوات پر
شامل ہے خون اوس میں علمدار شاہ کا	پیاسا رہے سفیرؔ نہ کیونکر فرات پر

۷۹

ولہ

ولہ

برق نظر کے نذر ہی ہو جائے ایک دن	پہلو سے ہو کہیں یہ دل بیقرار دور
ہیں جان و دل سے بستۂ فتراک یار ہوں	آنے تو دو ابھی ہے مرا شہسوار دور
گذری ہے اپنی دشت نوردی میں عمر سب	کیونکر بنے نہ شہر سے اپنا مزار دور
ہے عاجزی بھی باعث آرام و عافیت	گلشن سے کب ہے شجر میوہ دار دور
تم دل سے ہو قریب رہوں میں کسی جگہ	اپنی زبان سے کہتے ہو کیوں بار بار دور

صبح وصال آئے خدا وہ بھی دن کرے
ہو جائے اے سفیر شب انتظار دور

بار غم سر پہ اٹھانے کو ہے انساں تیار	غم فراواں ہے تو ہے کلبۂ احزاں تیار
روح رہنے کی نہیں اب جسد خاکی میں	اپنے گھر جانیکو ہو بیٹھا یہ مہماں تیار
اے پری ہوگا نہ جاں بر ترا دیوانہ کبھی	ہے گلا گھونٹنے کو طوق گریباں تیار
بو رہے پر جو کبھی چار حسیں آ بیٹھے	ہو گیا میرے لئے تخت سلیماں تیار
کسب جمعیت خاطر کروں سنبل ہی میں کیا	پھانسی دینے کو ہے یہ زلف پریشاں تیار
ہوتی ہے کشتی ارباب ہمم غرق کہیں	سر ساحل ہے پہنچ جانیکا ساماں تیار
دست وحشت میں مجھے کوئی بھی مٹی دیدے	قبر ملجائے تو ہے گنبد گرداں تیار
کوئی آساں نہ تھا نظارۂ برق خاطف	پھر دیدار ہوئے موسئ عمراں تیار

زلف جاناں کا خیال آیا مجھے ہنگام قید
بڑھ گئی پیچیدگی زنجیر ہے زنجیر پر

بے گناہوں کی ہوا ہے جانکا خواہاں وہ آج
ہنس رہا تھا کل تلک جو چرخ پیر پر

آئینے میں زلف اُس کی کیوں نہ لہرائے سفیر
سانپ پر اک سانپ ہے زنجیر ہے زنجیر پر

ناز ہے اُس کو دل صد پارۂ نخچیر پر
سرخرو کیوں کر نہ پیکاں ستم ہو تیر پر

مجھکو بسمل دیکھکر گھبرا گئے غش آگیا
خون قاتل رہ نجائے گردن نخچیر پر

غیر سے میں سن نہیں سکتا ہے ابرو کا وصف
تیغ چل جائے گی ذکر کوچۂ شمشیر پر

چوک کیا بھی ہے نشانے سے کہیں تیر نظر
صید گہ میں دبا نہیں نخچیر ہے نخچیر پر

چھپ نہیں سکتے ہیں میرے جرم تجھسی شان عفو
مجھ سے تو تقصیر ہی ہوتی رہی تقصیر پر

جو ہے بے فیض اُس کو کوئی فیض پہنچتا نہیں
اُن نے سونے کا بندھا آب دم شمشیر پر

کر گئے خوں ریزیاں ہیں تیغ کی گردن پہ خم
چاہیے انسان کو نادم رہے تقصیر پر

بوسۂ ابرو لیا تھا میں نے جو برہم ہوا
سر مرا قاتل نے کاٹا کونسی تقصیر پر

بزم دلبر میں اٹھایا کس نے خاموشی کا لطف
خاتمہ تہذیب کا ہے مجلس تصویر پر

کیا عجب مثل کتاں صد چاک ہو اسکا بھی دل
ماہ کیوں گرویدہ ہے اُس چاند سی تصویر پر

یار نے دست حنائی سے کیا مجھکو اسیر
ہاتھ سے چھوتے ہی سونا چڑھ گیا زنجیر پر

واہ

زیر بار منت نشو و نما گر سرو ہے
گردن قمری میں ہے طوق احسان بہار

یہ صفائی یہ نزاکت پھول میں ہوتی نہیں
[illegible] نقش بندان بہار

سبزۂ بیگانہ [illegible] بھی ہے مہمان بہار

شاخ گل پر کب ہے غنچوں کے چٹکنے کی صدا
کھل کھلا کر ہنس رہے ہیں آج طفلان بہار

مصرع سرو چمن ہے مصرع موزوں سفیر
برگ گل کیوں کر نہ ہوں اوراق دیوان بہار

مزے اڑاتے ہیں سلطنت کی وہ مثل تیمور لنگ ہو کر
جو توڑ کر اپنا پاؤں بیٹھے ہیں سارے عالم سے تنگ ہو کر

ستارۂ ذو ذنب تھا نالہ جو منہ سے ہم دل جلوں کے نکلا
نکل گیا عرش سے بھی آگے نظام شمسی سے تنگ ہو کر

وہ حسن آفت وہ جوش مستی ادا وہ بانکی نگاہ ترچھی
لگائی غمزہ نے بڑھ کے برچھی نظر لڑی خانہ جنگ ہو کر

نہیں ہے دور فلک میں راحت ہے میری حالت محل عبرت
فلاخن دہر میں ہمیشہ پڑا ہوں گردش میں سنگ ہو کر

گلے پہ سنبل نے تازیانے خیال گیسوئے لب ربا میں
ہر ایک غنچہ جگر پہ تیر چمن میں بیٹھا خدنگ ہو کر

یہ میکدہ ہے خوشی کا مسکن ہر اک جگہ شور ہائے و ہو ہے
عجب نہیں جام مے ہمارا بجے اگر جلترنگ ہو کر

وہ حسن و خوبی میں شہرہ کیا وہ ہر جگہ ہو تو شوخ کا جلوہ
مجھے بہت ہو نہ یہ حسرت آئی جو آئے ملک فرنگ ہو کر

فقط اسی وصل کی خوشی نے اثر دکھایا ہے دونوں جانب
ہمارے دل میں امنگ ہو کر تمہارے چہرہ پہ رنگ ہو کر

کرے جو دریا میں بھی سفر میں رہے مری جان کو خطر ہے
کہیں الٹ دے نہ موج کشتی اجل نہ کھائے نہنگ ہو کر

ابھی ہے رنجش ہے بس زیادہ نہ اب میں جلسہ نہ شغل بادہ
حریف سے صلح ہو گئی ہے حضور کیا جلد جنگ ہو کر

بھلا ہوا اس کاوش مژہ کا لحد میں بھی کب رہا جنازہ
میں مر کے کوئے صنم میں پہنچا جو راہ نکلی سرنگ ہو کر

غضب میں آئی ہے آنکھوں کی یہ اشارے ستم ہیں برد یہ کرشمے
گلے پہ تلوار ریت لوگا ہیں پڑی جینے سے تنگ ہو کر

نازاں ہو کیوں نہ فیض حسین شہید پر

کیا پھول چڑھ رہے ہیں مزار شہید پر
چھایا ہے درد و آہ دل ناامید پر
جھنڈے گڑے ہوئے ہیں مزار شہید پر

لاکھوں گلے کٹیں گے ملاقات عید پر
کیسا عذاب رحمت باری کو دیکھ کر
جوش آ گیا ہے نعرۂ ہل من مزید پر

۸۲

واعظ میں اور شیخ میں ہے جب سے اختلاف	نازاں ہے پیر میکدہ اپنے مرید پر
اب حشر میں بر آئیگی شاید مراد دل	ہر وقت ٹالتے ہیں وعدہ جدید پر
وہ کاٹتے ہیں کند چھری سے مرا گلا	کانپ اٹھتے تھے جو ذکر عذاب شدید پر
تعویذ پر ہے نقش سلیمان کھدا ہوا	پریاں اُتر رہی ہیں مزار شہید پر
اس بزم میں شہید تبسم وہ بیت ہوں میں	وہ بجلیاں گراتے ہیں مشتاق دید پر
گلہائے زخم جامے سے باہر ہیں اسلئے	ناراں ہے تیغ یار کی قطع و برید پر
نظارہ اسکے مصحف رخ کا ہے اور ہم	ہر وقت ہے نگاہ کلام مجید پر
واعظ ہے آج سامنے قاضی کے دیکھنا	جھگڑا ہوا تھا کل بط مے کی خرید پر
قاصد تجھے بھی لاگ ہے مجھسے یہ کیا خبر	ہے دستخط حریف کا خط کی رسید پر
وہ کہتے ہیں کہ دیکھینگے ہم کہتے ہیں نہیں	اک معرکہ ہے داور محشر کی دید پر
نازاں ہے تیغ یار پہ میرے جگر کا زخم	ہنستا ہے چاک پیرہن صبح عید پر

دشمن جو اہلبیت محمد کا ہو **سفیر**
لعنت خدائے پاک کی ہے اس پلید پر

عید کے دن تو ملو مجھسے مرے جاں جھک کر	کیا نہیں ملتا ہے انساں سے انساں جھک کے
کشور حسن میں کب ہے حکومت کو ہے دخل	خود ہی ملتے تھے حسینوں سے سلیماں جھک کر

ولہ

جس دم نقاب چاند سے چہرے سے ہٹ گئی

بوسہ لیا تو ابرِ دے جاں میں بل پڑا

جس دم میں خاکسار ہوا ہو گیا عروج

آیا جواب وصل کا وعدہ بھی ہو چکا

رو رو کے تو نے رازِ نہفتہ عیاں کیا

وہ بات کر کہ جس سے شگفتہ رہیں قلوب

کیا ذلیل اُن کو سمجھتے ہیں اغنیا

مرنے کے بعد لاش بھی میری جلائیں وہ

لاتا ضرور آج کبوتر جواب خط

ہے خوش بیان حریف جبھی تو وہ محو ہیں

اعلیٰ ہیں تیرے میکشوں سے ظرف ساقیا

دیکھی لہو کی دھار تو غش آ گیا اُنہیں

قمر لگے برق سا چھپنے لگی آسمان پر

چلّہ بندھا مراد کا اُن کے کمان پر

سو سو سرکشوں کے جھکنے لگے آستان پر

کیوں کر نہ صدقے جاؤں میں خالق کی شان پر

کہتے ہیں میرا صبر پڑے تیری جان پر

مثلِ بہار قبضہ ہو تیرا زبان پر

مثلِ مگس جو گرتے ہیں نعمت کے خوان پر

جھگڑا سگ و ہما میں نہ ہو استخوان پر

ہے ہے چھری ہی پھر گئی اُس بے زبان پر

گر بس چلے تو مہر لگا دوں زبان پر

پیتے ہیں مے بھی بیٹھ کے اونچی دکان پر

لینے کے دینے پڑ گئے ہیں امتحان پر

افسانہ اپنے غم کا سناؤں نہ کیوں صفیر

ظالم کا دل بھی لوٹ گیا اس داستان پر

پہنچ جائیں گے بسمل بھی عدم کی پہلی منزل پر

قضا پل بھر لگی آب دمِ شمشیرِ قاتل پر

یاد عارض میں مرے داغ جگر کا چھالا	رہ گیا دیدۂ خورشید میں آنسو ہو کر
رشک چشم سیہ یار سے کیوں ہے نرگس	کیوں مہکتی نہیں تو نافۂ آہو ہو کر
مانع سحر ہیں کافر کی فسوں ساز آنکھیں	کوئی فقرہ نہیں چلتا مرا جادو ہو کر
آج میخانہ میں گذرے گی شب ہجر اپنی	خم مئے کیوں نہ رہے تکیہ پہلو ہو کر
کوچۂ عشق میں ہمت ہی سے لونگا میں کام	ہاتھ تھامیگی یہی قوت بازو ہو کر
ساتھ گلزار کو روتا ہوا میں چلتا ہوں	تھم رہیں آپ نہ شمشاد لب جو ہو کر
نظر اپنی جو پڑی یار کماں ابرو پر	رہگیا تیر نظر دلمیں ترازو ہو کر
جان دینے میں تامل نہیں عشاق کو کچھ	موت آئے بھی تو محبوب پریرو ہو کر
پھول چنتے کو بڑی دھوپ میں جاتے ہیں حضور	چمپئی رنگ نہ اڑ جائے کہیں بو ہو کر
بے حجاب آتی ہوے لاشہ پہ وہ دشمن کی	گر پڑے شرم وحیا آنکھ سے آنسو ہو کر
اسکی خوشبو ہی ذرہ پیچ میں لاتی دل کو	آج سنبل بھی نہ مہکا ترا گیسو ہو کر
دل شوریدہ جو قدموں سے لگا رہتا ہے	رہ گیا حلقۂ پازیب میں گھنگرو ہو کر

میں وہ وحشی ہوں **سفیر** اب کہ بقول استاد
سامنے بیٹھتے ہیں شیر دو زانو ہو کر

ہے گماں پرواز کا اپنے دل بیتاب پر	تولتا ہے ہر گھڑی یہ طائر سیماب پر

ولہ

ولہ

شاید نقاب یار کے رخ سے سرک گئی جنت کا ذکر کیجئے واعظ کے سامنے	اک برق سی چمک کے گری کوہ طور پر چاٹے گا ہونٹھ ذکر شراب طہور پر

آتا ہے کیوں دکن میں مجھے یاد اے سفیر
لعنت خدا کی ہو صنم رامپور پر

نظر سے اُس کی چلے دل بچا کر فلک سے حیف اتنا بھی نہ پوچھا نہ تھی اُمید دھوکے کی وگرنہ مدد دستِ سبو سے کیا نہ ملتی نصیحت ہر گھڑی اچھی نہیں ہے اگر جھوٹوں بھی وہ مجھکو کرے یاد	کہ جیسے صید جائے چوٹ کھا کر تجھے کیا مل گیا ہم کو مٹا کر روانہ کرتے قاصد کو جتا کر جو گرتے میکدے میں لڑکھڑا کر تو ناصح ہوش کی اپنے دوا کر ابھی اُڑ جاؤں یاں سے پر لگا کر

سفیر اُس نے جو بھیجا ہے لفافہ
رکھو اس کو کلیجے میں چھپا کر

دل بھی وہ مانگے جو اُس سے کبھی تکرار نہ کر سنگِ اسود کو تو چوم آتا ہے ہر دم اے شیخ چشم جاناں کو یہ تعلیم دیا کرتا ہے ناز	فتنہ خوابیدہ ہی اب تک اُسے بیدار نہ کر مجھ سے کہتا ہے طواف درِ خمار نہ کر رہکے بیمار بھی پرہیز تو زنہار نہ کر

جرأت اُس نگہ کی [illegible]
کہ سایہ دھوپ بچھا [illegible]
صفت اُس مطلع ابرو کی شاعر لکھ نہیں سکتے
کسی کا ہاتھ کب پہنچا مہ نو کے گریباں پر
شبِ تاریک مرقد سے بدتر روشنی اس کی
اُداسی چھائی ہے ایسی چراغ شام ہجراں پر
میں جب سمجھوں نکاحِ وصل غیر سے انکار ہے ان کو
جو سچ ہے قسم کھائیں گے رکھ کر ہاتھ قرآں پر

کیا ہے وصف [illegible] جا بجا ان سب طلائی کا
حسین سونا چھپا ہیں [illegible] سفیر اوراقِ دیوان کا

ولہ

[illegible] قیامت چین پر
مرے [illegible] زلف عنبر [illegible] دو دو بجلیاں
[illegible]

[illegible]

ولہ

[illegible] طوفان پر
[illegible] زندان پر
[illegible] گریبان پر

ولہ

[illegible] رمضان میں بھی [illegible]
[illegible]

تا صبح سر کو آج میں نے روانہ کر کے سفیر [illegible]
[illegible] التہاب پر

ولہ

[illegible]

[illegible]

تھک گئی بالکل ستارہ وقت مغرب ہے سفیر
صبحدم کل نیزہ بازی چاہئے شبدیز پر

زاہد ہے لوٹ گر مئے بزم شراب پر
تار نظر کا ڈورا ہے سیخ کباب پر

مدت سے دلمیں جن کے تمنائے قتل تھی
رکھ رکھ دے گلی تیری تیغ خوش آب پر

اُن کی نظر لڑی ہے مرے دل کے داغ سے
گویا چمک کے برق گری آفتاب پر

کانٹے بچھا کے سوتے ہیں دست جنوں میں ہم
پھولوں کی بدھیاں ہیں وہاں فرش خواب پر

ہم بھی ہیں صیدگاہ میں ہمراہ آپ کے
گھوڑا اُٹھا ہاتھ ہے اپنا رکاب پر

بیمار سوز عشق کی حالت تو پوچھتے
لکھنے سیح خط ورق آفتاب پر

اُس مہروش نے مجھپہ جو ڈالی نگاہ مہر
سمجھا میں چڑھ گیا نظر آفتاب پر

ہوگا خفیف مہر جو توڑیگا محتسب
قبضہ تو کر لیا ہے خم بے شراب پر

مجھ سے گناہگار کو بھی بخشوا دیا
رحمت خدا کی شافع یوم الحساب پر

وہ رحمدل ہوں نشتے ہیں بھی آنکھ تر ہوی
آیا جو رحم گریۂ چشم کباب پر

بحر جہاں میں رکھتے ہیں ہمجنس اتحاد
بلی ہیں کب حباب نے آنکھیں حباب پر

ہوجائے عید رخ سے جو سرکاؤ تم اسے
آنکھیں لگی ہوئی ہیں تمہاری نقاب پر

اُن کو نہیں ہے علم حقیقت کا اپنی کیا
ہنستے ہیں دوسروں کے جو حال خراب پر

گرمی زلف سے کی جب خط رخسار تک پہنچی
ادھر جھک کر نقش ظلم ابنا گئی فرمان شاہی پر

پیمبر ہو تو سمجھے عاشق و معشوق کی باتیں
کسی کو واقفیت کیا ہے اسرار الٰہی پر

جو آیا موسم پیری تو ڈوبا خواب غفلت سے
[illegible] صبح [illegible] کشتی کی تباہی پر

[illegible] کی طوفان [illegible]
مری کشتی کا لنگر [illegible]

سفیر اب مجھ سے دشمن کی شکایت [illegible]
فرشتے تک گواہی دیں گے میری بیگناہی پر

ولہ

[illegible]

دیوان میں دیکھے سب بہرنگ مضامین

اے عندلیب تجھ کو کیوں ناز ہے چمن پر

اے اہل حرص چھوڑو دنیا کا عشق کیسا

هولے موجوں سے گرداب سے نجات ملی
دبا ہوا ہوں تہ سنگ بس نہیں چلتا
یہ اُس سے کہدو کہ بام کمال نظم ہے دور
جو ذکر حور کیا اُنسے وہ نہ کچھ سمجھے
جب آئیگی تو یک قطرہ خوں ہوگا دریغ
بس ایک جام میں ہی بہک گیا زاہد
کسی کا ہو کے رہا ہے یہ چرخ دوں گردول
سنبھالتے ہیں دوپٹہ سنبھل نہیں سکتا

نہ آئی کونسی آفت میرے سفینے پر
یہ بار عشق نہیں سل ہے میرے سینے پر
ابھی تو پاؤں رکھا جس نے پہلی زینے پر
کہ استعارہ تو موقوف ہی قرینے پر
اُنہیں جو دیتے ہیں جان آپکے پسینے پر
خدا کی مار ہو ایسی شراب پینے پر
پھر اعتبار کیا میں نے اس کمینے پر
اُبھار رہنے نہیں دیتا اُس کو سینے پر

سفیر چھوڑ کے منعم چلا ہے مال اپنا
جگر پہ داغ نہیں مُہر ہے دفینے پر

جاتی ہے جان اپنی اک شوخ گلبدن پر
ہنگام مکیشی کیوں بوسہ لیا تو بگڑا
دل سے جو لو لگی ہے ہرگز نہیں بجھے گی
وہ اُس سے گو قریں ہی یہ اُس ہی دور کب ہے
یکبار تو بلا سے اللہ نے بچایا

کیوں کر نہ پیار آئے نسرین و نسترن پر
مانند شیشہ ساقی کیا مُہر تھی دہن پر
پروانے گر رہے ہیں کیا شمع انجمن پر
شیریں کا ہے تصرف پرویز و کوہکن پر
پھر آنکھ پڑ رہی ہے اُس زلف پر شکن پر

ولہ

پھر ہوئی وحشت مجھے صحرا کا داماں دیکھکر
پھر بڑھا دست جنوں تا بہ گریباں دیکھکر

پھر ہے درد جگر میں رات کو شدت ہوئی
دہر میں ہے کون مجھسا طفل نو آموز عشق
رات کو میں نے اگر سو پیرہن پھاڑے تو کیا
پھر ستمگر کو ہوا ہے آج کل شوق خرام
پھر زمین شعر میں فکر رسا جولاں ہوئی

پھر میں رویا شمع کو بالیں پہ گریاں دیکھکر
یاد اُستاد آگئی پھر چوب درباں دیکھکر
پھر خجل ہوں صبح کا چاک گریباں دیکھکر
پھر گلے لاکھوں کٹے رفتار جاناں دیکھکر
پھر ہوا بیتاب یہ توسن بیاباں دیکھکر

باغ عالم کی دورنگی یاد پھر آئی سحر
گل کو خنداں دیکھکر شبنم کو گریاں دیکھکر

حسن بے پردہ کو اُس کے گرم جولاں دیکھکر
پاؤں پھیلے خود بخود خار مغیلاں دیکھکر
دیکھئے کیا زہر اگلیں اب تو سانپ ہیں حریف
چھیڑتا ہے وہ پریوش آکے مجھ دیوانے کو
منت دوناں کا یک تنکا بھی ہے مجھکو پہاڑ
سمجھے ہم رنگ شفق اور اسکا ناخدا ایک ہے
مجھپہ ثابت باغ عالم کی دورنگی ہوگئی
سوزش دل کو گلوں کے سامنے کرتا ہوں ضبط

میں بھی عریاں ہو گیا شعلہ کو عریاں دیکھکر
اسپ مفرش یاد کب آیا بیاباں دیکھکر
آگ تلووں سے لگی ہے عہد و پیماں دیکھکر
شوق چوگاں بڑھ گیا گوئے گریباں دیکھکر
دب چلا ہوں سر پہ اپنے بار احساں دیکھکر
خون ہی رنگین ستمگر تیرا داماں دیکھکر
بوئے گل کو صحن گلشن سے گریزاں دیکھکر
آگ بھڑکے گی چمن میں مجھکو گریاں دیکھکر

ردیف زاء معجمہ

پیر مغاں کے گھر میں ہے دربار عام روز
یہ بادہ خوار بھی ہے شریک سلام روز

وضع سبک ہے پنبہ مینا خفیف سے
اُڑتا پھرے ہوا میں نہ کیونکر تمام روز

سودا اگر ظفر و سود و زیاں ہوں میں
اچھوں سے بھی بروں سے بھی پڑتا ہے کام روز

دیو ہوا بھی دشمن خاتم ہے جان لیں
لیتے رہیں خباب سلیماں سلام روز

ہم کو بھی اس بزرگ کی لکنت پسند ہے
ملتے اگر کلیم تو کرتے کلام روز

گلشن میں ہیں گلوں کے پیالے کسے نصیب
ساقی پلا رہا ہے مئے لالہ فام روز

بیٹھے ہیں سر جھکائے امیر و فقیر سب
کوچے میں اُس پری کے ہے اک ازدہام روز

یہ تاک جھانک تم سے نہ چھوٹے گی حشر تک
انکھیں تمھاری کرنے لگیں قتل عام روز

ہم کو بھی خوان چرخ سے ملتی ہیں نعمتیں
لیں مائدہ مسیح علیہ السلام روز

ہاں گھر نہیں کسی کا حریصو سرائے دہر
ہے یاں کسی کا کوچ کسی کا مقام روز

سر میں نہیں ہوائے گل و لالہ اب سفیر
تھا اک زمانہ جاتے تھے ہم باغ عام روز

صرف بیجا مانع رفتار ہے دامن دراز
بدنما معلوم کیونکر ہو نہ پیراہن دراز

قبر کی وسعت تو اتنی ہی ہے جتنی چاہیئے
فائدہ کیا ہے اگر ہو جا در مدفن دراز

ولہ

میرے قاصد کو بھی ہے راہ دکھانے میں کمال	دیکھکر ہنستا ہوں میں راہ نما کے انداز
رہنما اسکی سعادت ہوئی قاصد جو بنا	آگے میرے کبوتر ہیں ہما کے انداز
راہ بھولے نہ کوئی دین کے چور لٹے ہیں	چاہئے پیش نظر ہوں خلفا کے انداز
جگر و دل نے دغا دی مجھے الفت میں تری	پہلے ایسے تو نہیں تھے رفقا کے انداز
تیرے انداز کے کشتوں کی ہے جنت میں بھی دھوم	دیکھکر مرتی ہیں حوریں شہدا کے انداز
شعر لکھنے کی یہ طرز آئی کسی کو نہ سفیر	ہیں الگ سب سے امیر الشعرا کے انداز

ردیف سین مہملہ

کیوں نہ ہو مکتوب میرا قاصد بے پر کے پاس	ہے بجز وحی خدا کیا اور پیغمبر کے پاس
حشر کا دن ہے تو ہو آپس میں کر لو فیصلہ	دیکھ لو چلنا پڑیگا داور محشر کے پاس
چیر کر پھیکونگا دل کو اب تو تڑپے ہجر میں	آج اک خنجر بھی میں نے رکھ لیا بستر کے پاس
لاگ قاصد سے مرے درباں کو رہتی ہے سدا	کس طرح پہنچیگا نامہ اُس پری پیکر کے پاس
دیکھئے ناصح کی باتوں سے ہو دل کا حال کیا	شیشہ نازک دھرا ہے آج اک پتھر کے پاس
اُس بم خوبی کی الفت نے رولایا اسقدر	ایک دریا موجزن ہے آج چشم تر کے پاس
اور بھی تھی جب وفا کا امتحاں اُسنے لیا	پہلے میں نے دوڑ کر سر رکھدیا خنجر کے پاس
روز اک فتنہ اٹھاتی ہے وہ چشم فتنہ زا	شعبدے ایسے کہاں ہیں چرخ بازیگر کے پاس

ردیف شین معجمہ

ولہ

ردیف صاد مہملہ

چھوڑ دے للہ تو اے سرو گل اندام رقص
عاشق جانباز کو ہے موت کا پیغام رقص

میکدہ ہرگز نہیں ہے اک تماشا گاہ ہے
تشنہ میں کرتے ہیں ہر دم رند بے آشام رقص

فائدہ جس سے نہو کیا ایسی محنت سے حصول
باغ میں کرتا ہے کیوں طاؤس بے انعام رقص

آہ و زاری کی صدائیں سب ہیں واں ایدل جہاں
شام سے تا صبح تھا اور صبح سے تا شام رقص

دیکھ انسانوں میں بھی یکساں نہیں ہے کا مذاق
ہے جہاں میں کب پسند طبع خاص و عام رقص

کہکشاں میں طارم انگور کا ہو گر اثر
کھینچ کر خنجر کریگا چرخ پر بہرام رقص

جمع ہیں یورپ کے ہوش اس میں اے میجر سفیر
بال ہے کرتے ہیں یاں محبوب شیریں کام رقص

ردیف ضاد معجمہ

اہل دولت سے نہ ہم کو صاحب زر سے غرض
کون کہتا ہے جہاں سفلہ پرور سے غرض

ہے دعا سیراب کر دے آ کے قاتل ایک دن
تشنگان ہجر کو ہے آب خنجر سے غرض

عاشق قامت ہیں ہم مرتے ہیں اسکی چال پر
باغ میں ہمکو نہیں سرو و صنوبر سے غرض

سنگ در تیرا ہے کافی اور تیری خاک راہ
ہمکو بالش کی نہ خواہش ہے نہ بستر سے غرض

یہ نہ عفت کوش پہلے تھی نہ اب ہے پارسا
زال دنیا کو ہے ہر دم تازہ شوہر سے غرض

سنگدل ہیں ان بتوں میں خاک ہی مہر و وفا
اے برہمن تیری کیا نکلیگی پتھر سے غرض

ولہ

تو بھی بیمار رہا کرتی ہے اے نرگسِ دوست | تجھکو بھی ہے صفتِ نرگسِ بیمار مرض

مشکلیں کرتے ہیں آسان غلاموں کی سفیرؔ
دفع ہو کہدوں جو یا حیدر کرار مرض

آنکھ ہو جائے گی اُسوقت دوچارِ عارض | موسمِ گل ہیں میں لوٹونگا بہارِ عارض

مجھسے پوچھے کوئی اس سبزۂ شاداب کا لطف | خط نکلنے سے بڑھی اور بہارِ عارض

ایک کے ایک مقابل یہ ہے اللہ اللہ | جگر و دل ہیں مرے آئینہ دارِ عارض

آج گھونسے سے جو ہنگام تکرار اُتریں وہ | اپنے رومال سے پوچھونگا غبارِ عارض

زیب خط کب تلک اور جوشش جوانی کبتک | چار ہی دنکے ہیں یہ نقش و نگارِ عارض

للہ الحمد ہوا خشم فرو ظالم کا | عرقِ شرم سے اترا ہے بخارِ عارض

رخ پہ گیسو کو جو آتے ہوئے دیکھا سمجھا | سنبل الطیب بھی ہے آج نثارِ عارض

صبح عارض پہ فدا شام بہار گیسو | شام گیسو پہ فدا صبح بہارِ عارض

مثل بلبل کے ہوا شہرہ ہمارا بھی سفیرؔ
لوگ کہتے ہیں ہیں عاشق زار عارض

نہ دفتر حسن میں مستجل ہو کسطرح سی کتاب عارض | چمک کر خال اُنکا کہہ رہا ہے ہو نقطۂ انتخاب عارض

تھا غم میں ایکبار حسن آرا نظر پڑا کھڑکھڑی سی جلوہ | دوپٹہ اپنا سبھالتا تھا سرک گئی تھی نقاب عارض

ردیف طائے مہملہ

شمع کافوری جلتی تھی سرا خلوت میں
قبر میں ساتھ نہ گئے قیصر و خاقان چراغ
ہیں سکندر ہوں کہ اک آئینہ رو پہلو میں
مثل آئینہ کے ہے بزم میں حیران چراغ
انجم کی طرح منور ہے ہر اک نقش قدم
تم جلاتے ہو سر راہ مرجان چراغ

چاند سورج ہوں گے کیا اے حور جمع	ایک جا ہوتے نہیں دو نور جمع
عشق پر غالب نہ آئیں گے کبھی	ایک جگہ ہوں گر جہاں کے سور جمع
حضرت عباس کی درگاہ میں	مومنین ہیں سب شب عاشور جمع
شور سے کرتے ہیں گلشن میں حسیں	کچھ مرے نزدیک ہیں کچھ دور جمع
آہ و نالے کی صدائیں کیوں نہوں	کوچۂ دلبر میں ہیں رنجور جمع
دل کے زخموں کے لئے مرہم بنے	کر رہا ہوں اس لئے کافور جمع
موتیوں سے اشک کے ہے فائدہ	رکھ انہیں اے دیدۂ پر نور جمع
سو فقیر اک ملک میں رہ جائیں گے	پر نہوں گے قیصر و فغفور جمع
تجھ سے بڑھکر کون ہی دیکھیں گے ہم	ایک دن محفل تو کر اے حور جمع
ہے عروسے علی و فاطمہ	حکم خالق سے ہوئے دو نور جمع
چل کے تھوڑی سی پیو تم بھی سفیر	میکدے میں رہتے ہیں مخمور جمع

ردیف عین معجمہ

دیکھکر طاؤس کو کیوں کھائے داغ	قلب عاشق میں بہت ہے جائے داغ
چاہنے والوں میں اے گلرو ترے	ایک بھی مجھ سا نہیں شیدائے داغ

ولہ

[illegible]

بوسہ ابروے دلبر لے نہیں سکتا حریف
یا دابروے ستمگر میں ہوئی عمر اپنی صرف
حشر تک مرتے نہیں اُن کے شہیدان وفا

تشنگی نامرد کی کیونکر بجھاتی آب تیغ
مرد میداں جو ہیں وہ گردانتے ہیں آب تیغ
سبز کر دیتی ہے کشت زندگی کو آب تیغ

مصرعہ بیدل یہ سنکر دل بھڑک اٹھا سفیر
خون گرم می فروزد شمع در محراب تیغ

نہیں غیر کے لئے ہمت مرد افگن و تیغ
نفس امارہ خونخوار کی ہستی کیا ہے
ہجر میں خون کی پیاسے ہیں مرے برق و سحاب
سامنے داور محشر کے گواہی دیں گے
سخت دل جتنے ہیں خونریز بھی ہیں دنیا میں
مرد میداں اسد اللہ سا ہو تلے ہے کہیں
بحر عالم میں کبھی سی بھی خلش دل میں نہیں
کہتے ہیں ابروے جاناں کے اشارے مجھسے
مرد ممسک کو جو لڑ بھڑ کے ملا مال تو کیا
سر عشاق جدا ہو گئے جائینگے زخم

خواب میں دیکھ کے ڈرتے ہیں رخ دشمن و تیغ
مجھ سے کہتی ہے یہی ہمت شیر افگن و تیغ
کام کر نیکو ہے اپنا کف اہرمین و تیغ
زنگ لائیں گے قیامت میں بھی یہ دامن تیغ
کس کے ہمدرد ہیں گرز و تبر و آہن و تیغ
ناز جس شیر پہ کرتے تھے سدا توسن و تیغ
شکل ماہی مجھے درکار نہیں جوشن و تیغ
تا دم حشر رہے رابطہ گردن و تیغ
ہر طرح جنگ میں بیکار رہے دست ز ن و تیغ
کہدو ادریس سے لیجائیں وہاں سوزن و تیغ

[illegible]

۹۷

دیوان سفیر

[illegible]

ردیف الف

خیال کیا ہو کسی یار و آشنا کی طرف

[illegible]

سر سفیر یہ ہے ظل بادشاہ دکن
کبھی نہ جائیگا وہ سایۂ ہما کیطرف

اُسکی توفیق جو کھینچے مجھے عقبا کیطرف	بھول کر بھی نہ کروں رخ کبھی دنیا کیطرف
ہم بھی اک روئے مصفا کے ہیں عاشق موسا	آنکھ اپنی بھی تو ہے برق تجلا کیطرف
چاک دامن کا جو ذکر آئے نہ رہنا خاموش	تم ہو یوسف کیطرف میں ہوں زلیخا کیطرف
کیا بھلا لگتا ہے وہ چرخ پہ ہالے میں ہی چاند	تم بھی آؤ مرے آغوش تمنا کیطرف
نزع میں وہ جو کریں آنیکا وعدہ مجھ سے	دم نکلتا ہو تو دیکھوں نہ مسیحا کیطرف
مہدی دیں کا ہو جسوقت زمانے میں ظہور	اے خدا ہم بھی رہیں موکب والا کیطرف
باغ جنت میں بھی وہ سرو سا قد یاد آیا	رخ بھی کرتے نہیں ہم سایۂ طوبا کیطرف
اثر جذب نگاہوں میں تھا کب سے پنہاں	پھر پڑے وہ جو مرے چشم تمنا کیطرف
چشم مست اُن کی مرے دلکی نہ کیوں طالب ہو	آنکھ پڑتی نہیں کب جام کی مینا کیطرف

ہوں نہ دولت کدۂ قیس کے پرے یہ سفیر
گرد باد آج بہت دیکھے ہیں صحرا کیطرف

ردیف القاف

یاد لیلی سے ہوئی زینت کاشانۂ عشق	بید مجنوں ہے ہر اک کنگرۂ خانۂ عشق

نقش اثر رنگ جو اُستاد کا دیوان ہے سفیر
دل ہر انالۂ ناقوس صنم خانۂ عشق

کبھی جو ہاتھ لگے وہ دریگانۂ عشق
ہیرا اپنے زعم میں سمجھوں ملا خزانۂ عشق

خدا کے فضل سے دو ہاتھ ہی میں پار گئے
سمجھ رہے تھے جسے بحر بے کرانۂ عشق

ہوائے گرم عداوت سے تو بچا یا رب
اُگے زمین سے سر سبز ہو کے دانۂ عشق

وہ آگ اور ہے صاحب دل جلوں کی ہے آگ
کہاں زبانۂ دوزخ کہاں زبانۂ عشق

قدح کشوں کی مذمت نہ چاہیئے واعظ
گرے نہ تجھ پہ کہیں برق شیشہ خانۂ عشق

مسیح و خضر ہیں اس شہر میں سسکتے ہوؤں کو
وگرنہ ملیں خاک آستانۂ عشق

تڑپ کے آہ کروں گر تو کیا سے کیا ہو جائے
سمند ناز پہ پڑ جائے تازیانۂ عشق

حرارت دل مضطر کی تاب لا نہ سکا
چٹخ چٹخ کے اُڑا سنگ آستانۂ عشق

ہزار بار پھرا رستے سے پیر خرد
یہ سر بلند ہے عالم میں آستانۂ عشق

خم فلک کو بھی چاہے تو واژگوں کر دے
سفیر ہے وہ ضعیف شراب خانۂ عشق

ردیف الکاف

ولہ

ولہ

ردیف کاف فارسی

شاہد پردہ نشیں تیری شرارت کبتک
آفریں کرتا کہ شب تاب یہ ہمت کبتک
سرو ساقد ہوا بدلے گی طبیعت کبتک
اے جنوں پیش نظر وادی وحشت کبتک
منتظر تیرے رہیں مہر قیامت کبتک
پردے اٹھ جائیں بصارت کے یہ غفلت کبتک
دیکھوں میں بھی تو چمکتی نہیں قسمت کبتک
دیکھنا تولے گی میزان قیامت کبتک
صبح بھی ہوگئی بجتی رہے نوبت کبتک
دیکھوں بھرتی نہیں کمبخت کی نیت کبتک
یوں قدم باغ میں ہیں تیری نزاکت کبتک
نگہ یاس میں چھپتی پھرے حسرت کبتک
آپ عالم میں ہیں بدنام مروت کبتک
اس نئے ڈھنگ سے ہو میری شکایت کبتک
میری آہ ہو کے رہیگی شب فرقت کبتک

دل صد چاک کو میرے ہی بنایا چلمن
شب کو مرقد پہ چراغاں ہے تمہارے دم سے
شل غنچے کے شگفتہ ہو ہنسو بولو کچھ
کچھ دنوں کشور آباد کی بھی سیر رہے
حشر ہو جائے سر بزم اُلٹ دے جو نقاب
دل کی صورت کوئی آنکھوں میں چھپا بیٹھا ہے
سنگ در ہی سے ترے رگڑونگا جبتک ہے جبیں
جنس عصیاں کا مرے ڈھیر نہیں کم ہوتا
سینہ کوبی مری کم ہو جو وہ بدلیں کروٹ
خم کے خم مجھکو پلا کر یہ کہا ساقی نے
تنگ چلنا تو گلوں سے وہ نہ چھوڑیگا کبھی
لیلیٰ بانوئے قاتل کا لپٹ کر بوسہ
پھیر دو دلکو مرے دلشکنی کیوں ہوگی
شکر کرتا ہے ادا سامنے اُن کے دشمن
حال پوچھونگا منجم سے سیہ بختی کا

ردیف لام

ولہ

آپ ہی کی تو محبت میں یہ حالت پہونچی
ہاشمی کو ہے بھلا دختر رز سے کیا کام

ہنستے ہو دیکھکے کیا عاشق بیمار کی شکل
دیکھکر کون گنہگار ہو مردار کی شکل

سرخ انکھیں کئے میخانے میں بیٹھا ہے سفیر
قابل دید ہے اُس مرد قدح خوار کی شکل

رہیں گے کیوں نہ عنادل خراب خندۂ گل
یہ کس نے کھینچی ہے امروز شراب خندۂ گل

رخ صبیح میں ہے آب و تاب خندۂ گل
تبسم لب رنگیں جواب خندۂ گل

ہنسیں نہ گریۂ شبنم پہ شاہدان چمن
چلے جو بس تو کروں سد باب خندۂ گل

اگر اسیر قفس ہے تو رہنے دے صیاد
خیال ہی میں تو ہے بلبل کے خواب خندۂ گل

خوشی کہاں کی گیا جوش انبساط کیساتھ
چمن میں برگ خزاں ہے نقاب خندۂ گل

بہار باغ تھی شاید مری جوانی بھی
مرا شباب تھا گویا شباب خندۂ گل

یہ اضطراب تھا کیوں باغبان قدرت نے
کتاب برق میں لکھا حساب خندۂ گل

بدن میں سے لیتا ہوں مستی میں روئے ساقی کے
عرق کے قطرے ہیں موج شراب خندۂ گل

انہیں ہو رشک سدا شاہدان گلشن سے
حسد کریں گے بھلا انتخاب خندۂ گل

بہار آئی چمن شہد عنادل سے ہے
کھنچی ہی رہتی ہے تیغ خوش آب خندۂ گل

چمن میں اڑتے ہیں مستی سے ہوش بلبل کے
اثر دکھاتا ہے لعل مذاب خندۂ گل

ولہ

عطر مجموعہ کا ملکر یہ کہیں آئے ہوں
اُن کی گل پر ہی سمجھا معطر محفل
ایڈیٹر بھی کا لکھا ہے نہ ائیں گے سفیر
عشرۂ ماہ محرم میں ہے گھر گھر محفل

ولہ

برق پنہاں ہے نگاہ ظالم بے پیر میں
دل کباب سیخ بنجائے نہ شاخ تیر میں

آج کل ہرگز نہ کیجے وصل کی تدبیر میں
جو مزہ تقدیم میں ہے کب ہے وہ تاخیر میں

مادر گیتی ہے کس کی دور چرخ پیر میں
بعد ایام رضاعت کیا دھرا ہے شیر میں

اس بہانے سے دعا باب اجابت تک گئی
تھا اثر پنہاں مگر نالۂ شبگیر میں

طائر بسمل سمجھ کر پھیر لو اپنی نگاہ
دل مرا اٹکا ہوا ہے کب سے نوک تیر میں

پہنچے ہیں قاتل کی سفاکی کے جوہر جابجا
موت بھی ڈر کر چھپی ہے کوچہ شمشیر میں

مجھکو بسمل دیکھکر قاتل کی باچھیں کھل گئیں
سرخئ پان ہے لہو میرا لب شمشیر میں

چشموں کا مزرع امید کیا سبز ہے
قوت نشو و نما ہے دانۂ زنجیر میں

صبح کو جسنے دیا اب بھی وہی ہوگا کفیل
رزہ گردی کیوں ہے رزق شام کی تدبیر میں

استخواں جتنے بدن میں تھے ادھر اُدھر مرے
ناوک افگن نے ہما کے پر لگائے تیر میں

قید میں جاتی نہیں ہے عارض رنگیں کی یاد
دھوپ سی رہتی ہے ہر دم خانۂ زنجیر میں

عکس اُسکا دیکھکر نکلی ہے میرے دل سے آہ
ایک ہالہ بنگیا ہے چاند سی تصویر میں

عید گاہ میں لا کے قاتل نے کیا ہمکو شہید
دیکھکر اُٹھا تھا منہ آئینۂ شمشیر میں

اے مصور کیا نہ کرتے وہ تری صفت کیقدر
رنگ بیتابی جو ہوتا بسمل تصویر میں

اپنے ہی نالوں سے پگھلا جاتا ہے اپنا ہی دل
نغمۂ داؤد پنہاں ہے مری زنجیر میں

تاک کی پہلے ہی اُس نے دل میں رہنے کی جگہ
آگئی شوخی نگاہوں کی سمٹ کر تیر میں

خانۂ ویرانی کی جڑ ہے دشمنوں کا اتفاق
چار عنصر سے خرابی ہو گئی تعمیر میں

مصرع استاد پڑھ کر ... قاتل ... بیغم
لو بہار کی اور اک حلقہ بڑھا زنجیر میں

وله

[illegible]

[illegible]

دل تڑپتا ہے ہمارا لکھ دے کاغذ پہ زلف
انتظار دام کی طاقت نہیں نخچیر میں

آ کے زنداں میں بھی ناصح پٹتے پٹتے بچ گیا
پاؤں میرے لڑکھڑا کر رہ گئے زنجیر میں

فصل گل میں ایک چلو مے نہیں ملتی کہیں
لٹ گیا شیراز ڈاکہ پڑ گیا کشمیر میں

محو کر دیتا ہے دل کو اُس کے ابرو کا خیال
نیند آ جاتی ہے مجھکو سایۂ شمشیر میں

آپ میں دونوں جہاں میں واجب التعزیر ہیں
آپ کی بھی ہے خطا شامل میری تقصیر میں

میری حالت اُس سے بھی دیکھی نہیں جاتی ہے آہ
اشک بھر آتے ہیں اکثر دیدۂ زنجیر میں

اُجلے کاغذ پر مری مانی نے جب کھینچی شبیہ
رنگ طالع کا سیاہی نے بھرا تصویر میں

پارہ ہے دل ہو گیا زیب کان مہوش
شیشہ گر ہر وقت رہتے ہیں اسی تدبیر میں

وہ جواب ساکت ہے متصل ہیں تو یہ بیتاب ہے
اضطراب دل کا فگن آ گیا نخچیر میں

آئے ہیں شوق شہادت میں کفن پہنے ہوئے
چاہیئے دو گز زمیں بھی کوچۂ شمشیر میں

مرد پابند علایق رہ نہیں سکتے کبھی
شیر کو دیکھا نہ فیل مست کی زنجیر میں

او کمان ابرو نہیں کھلتی تری دل کی گرہ
تیر پیکاں بن گیا ہے سینۂ نخچیر میں

تجھ پہ اے قاتل نہ کیوں تیر شہیدوں کو ہو ناز
ہاتھ میں کس کے تو جس بھی ہے تری شمشیر میں

اے جنوں صحرا سے وحشت کو بھی میں لایا ہوں ساتھ
چشم آہو کے بھی حلقے ہیں مری زنجیر میں

ورطۂ حیرت میں ڈالے کیوں نہ یہ گرداب حسن
ڈوبتی ہے میری کشتی قلزم تصویر میں

وله

[illegible]

[illegible]

ول

ان کا انکار ہی ہو جائے گا خود وجہ ثبوت
سر کی دشمن ہے قسم وہ کبھی کھاتے ہی نہیں
وہ نقاب اب رخ روشن سے اٹھاتے ہی نہیں
بیخودی کا تو نہیں پاس [illegible]
[illegible]

شاہان روزگار کا بخت رسا ہوں میں
سایہ میں جس کے امن وہ ظل ہما ہوں میں

دل آئینہ ہے شکل تری دیکھتا ہوں میں
اتنا قریب ہونے پہ تجھ سے جدا ہوں میں

ہستی کو اپنی غور سے جب دیکھتا ہوں میں
میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا کہ کیا ہوں میں

فاقوں میں بھی نہوں مگس خوان اغنیا
اس رازق کریم کے در کا گدا ہوں میں

تیوری چڑھا کے مجھکو سر انجمن نہ دیکھ
کہتی ہے ہر ادا تری نا آشنا ہوں میں

استادہ ہو رہے ہیں مری آہ کے علم
بزم نشاط کہتی ہے بزم عزا ہوں میں

اس جلوہ گاہ ناز میں بسمل ہیں سیکڑوں
ابرو ئے یار کہتا ہے تیغ قضا ہوں میں

عجلت مرے خمیر میں روز ازل سے ہے
کیونکر نہ زود رنج ہوں زود آشنا ہوں میں

سالک کے ہوش اوڑ رہے ہیں راہ سلوک میں
گم کردہ راہ ہونے پہ بھی رہنما ہوں میں

جب دشت رستخیز حوادث کو طے کیا
اب موج کہہ رہی ہے تری آشنا ہوں میں

شبنم گرہ میں باندھیگی کیا بوئے گل شفیق
اس دار بے ثبات میں موج ہوا ہوں میں

اپنے دیوانے کو وہ ہوش میں لاتے ہی نہیں
لخلخہ زلف معنبر کا سنگھاتے ہی نہیں

ایسی باتوں کو زباں پر کبھی لاتے ہی نہیں
جو کہ اچھے ہیں وہ احسان جتاتے ہی نہیں

میرے احباب انھیں سر راہ پہ لاتے ہی نہیں
مرا افسانۂ غم انکو سناتے ہی نہیں

[illegible]

وله

کیا وہ خوبی ہے جو حال رخ روشن میں نہیں | ایسا دانہ تو کوئی ماہ کے خرمن میں نہیں
چوٹ کی جب وسے مار لیا گیسو نے | اسمیں جو زہر ہے اٹھتی ہوئی ناگن میں نہیں
دل کا جو حال ہے تیر پہ عیاں ہوتا ہے | میرے کینے کی جگہ بھی دل دشمن میں نہیں
نالہ دل کی صدا بھی مری زنجیر میں ہے | ورنہ اسطرح کا آہنگ تو آہن میں نہیں
ہائے کیا یاں بھی فلک چھین کے لے آیا | چین دم بھر بھی مجھے گنبد مدفن میں نہیں
دل ترا سخت ہے پتھر سے زیادہ ظالم | ایسی سختی ترے اٹھتے ہوئے جوبن میں نہیں
بیں ہوں غم دوست از بسکہ مجھے غم سے نیاز | اب خوشی تیرا گذار مرے مسکن میں نہیں
اشک غم سے ہے فزوں اشک مسرت کا وقار | آستینوں میں جو موتی ہیں وہ دامن میں نہیں
دیکھئے غور سے دالان میں سناٹا ہے | وہ مرا پردہ نشیں آج بھی چلمن میں نہیں
اسکے عارض کی چمک تاب سے ظاہر ہوئی | سوت سے اتنی مفر وادی ایمن میں نہیں
جو خدا داد ہو دولت وہ غنی ہوتی ہے | درہم داغ جنوں قسمت ہنر میں نہیں
زیب دیتا ہے اکڑنا تجھے اے قامت یار | سر اس طرح کا سیدھا کوئی گلشن میں نہیں
یہ ملاحت تری یہ حسن تراکب ہے نصیب | اک صباحت کی سوا کچھ بھی فرنگن میں نہیں
ہائے کیا چھوڑ گئی گوشہ تنہائی میں | بیکسی کا بھی گذر اب مرے مسکن میں نہیں

وله

سفیر اپنی غزل کیوں کر نہ دکھلائیں طلا اونکو
جناب نظم کو استاد اہل فن سمجھتے ہیں

ادا اون کو جو ای صاعقہ افگن سمجھتے ہیں [illegible]
وہی تیغ نگہ کو [illegible] لن ترانی کی [illegible]
[illegible] کو سب [illegible] ہوا فن سمجھتے ہیں
[illegible] نہ لگاہے [illegible] ادا من سمجھتے ہیں
[illegible] یاروں کو ہے [illegible] غارہ علاق کا سمجھتے ہیں
[illegible] شعار کی [illegible] اہل فن سمجھتے ہیں
[illegible] داغ و اقف ہیں
صد اشتہار کی [illegible] کو آنکھیں دل انکو

ولہ

راز دل کہنے کو کوئی ہمراز ملتا نہیں
جیفہ سے تنہا کبھی وہ مہ لقا ملتا نہیں
ڈھونڈھتا پھرتا ہوں میں وہ بیوفا ملتا نہیں
وہ تو وہ ظالم کے گھر کا بھی پتا ملتا نہیں

ناز تیرے نہ حریفوں سے اٹھیں گے ہرگز
چاندنی راتوں میں ملتا نہیں تو دو دو دن
سب کو یہ فکر ہے بس گو تلک بھی بجھا دیں
قتل کرتا نہیں جب سے یہ سنا ہے اُس نے

کیوں لحو ملکے شریک شہدا ہوتے ہیں
جھوٹے وعدے ترے ایماہ لقا ہوتے ہیں
ہم کو یہ غم ہے کہ اپنوں سے جدا ہوتے ہیں
ساتھ حوروں کے شہیدان وفا ہوتے ہیں

حال کھلجاتا ہے دنیا کی دو رنگی کا سفیر
ایک ہی قبر میں جب شاہ و گدا ہوتے ہیں

ہم اُنکی زلف و ابرو دونوں کو دشمن سمجھتے ہیں
جو اُس کوچے میں آ تا آفتاب آئے تو کیوں اٹھیں
پڑے رہتے ہیں ٹکڑے جا بجا طوق و سلاسل کی
نہ جو ہیں کیسلئے اُسکو کہ صورت تو نہ دیکھی ہے
خدا کیو اسطے اتنا بھی ہمکو دق نہ کر واعظ
لگاوٹ کر کی شاید جان لینے کا ارادہ ہے
ہوا ابھی قافلہ وانکی ہل سکتی نہیں اصلا
نہ چھوڑی قیس نے صحرا نوردی دفن ہو کر بھی
جو یاد آیا ہے ہنگام سحر خورشید رو اپنا

اِسی عقرب سمجھتے ہیں اسی ناگن سمجھتے ہیں
ہم اُس خورشید رو کا سایہ ایمن سمجھتے ہیں
جنوں کی جو شمیں آہن کو کب آہن سمجھتے ہیں
ہم آئینہ کو بھی تیرا رخ روشن سمجھتے ہیں
تری گردن کو ہم شیشے کی گردن سمجھتے ہیں
اشارے ہم ترے ابروئے دیدہ پرفن سمجھتے ہیں
یہ دھوکا ہے جیسے گرد سم توسن سمجھتے ہیں
بگولوں کو ہم اُسکا گنبد مدفن سمجھتے ہیں
شعاع مہر کو در وازے کی چلمن سمجھتے ہیں

اس کے کوچے میں مرے دل کا پتا ملتا نہیں
[illegible] اب تھا ملتا نہیں
[illegible] رستی [illegible] نا رے [illegible]
[illegible] اب خدا ملتا نہیں
مالکی [illegible] کا وہ نور [illegible]
اب خدا سے [illegible] دشمن کا [illegible] ملتا نہیں
[illegible] اتنا ملتا نہیں
[illegible] قسمت کا گلا
[illegible] ملتا نہیں

[illegible]

کسی غریب کا دل توڑتا ہے کیوں ہر بار
خلش میں تجھ سے جہاں ہیں کسی کی یار کھوئیں
غم فراق کی کس دن بھلا شکایت کی
پیونگا جام صبوحی تو جان آئیگی
کمر سے باندھ کے تلوار کس لیئے نکلے
لہو لگا کے شہیدوں میں ملگیا ہے حیف
بجھا ہوا ہے یہ دل ہر دم بھر تو یہ تیری
اجل کی چوٹ عناصر سے اٹھ نہیں سکتی
نکلکے جاؤنگا گھر سے کہاں شریخت ال
تمہیں قسم ہے جو ٹھیر وپلٹ کی بھی دیکھو
کلید میکدہ لگجائے ہاتھ پھر دیکھو

ترے گلے کا یہ مالا نہیں ہے دسا نہیں
کہ میری ہاتھ کی مچھلی بھی خار دار نہیں
لہو کے گھونٹ بھی تو مجھکو ناگوار نہیں
کہ استحالہ اجل کا ہے یہ خمار نہیں
لہو بہانے کو ابرو کی ذوالفقار نہیں
یہ میرے خون کے قطرے ہیں لالہ زار نہیں
ہمارے سنگ لحد میں بھی اب شرار نہیں
یہ چار آئینہ کچھ جسم کا حصار نہیں
کھڑے ہیں دیو بیاباں میں کوہسار نہیں
کہ فاتحہ کے بھی قابل مرا مزار نہیں
جو خم کے خم نہ لنڈادوں تو بادہ خوار نہیں

چھیڑا جو نشہ تو ساقی سے ہو گیا گستاخ
ظہیر سا بھی زمانے میں ہوشیار نہیں

شراب ناب ہی خالی کسی کا جام نہیں
غدار یار پہ کب زلف مشکفام نہیں

یہ کون کہتا ہے ساقی کا فیض عام نہیں
وہ دن ہی کونسا دنیا میں جسکی شام نہیں

کہ آج عید کا دن ہے یہ صیام نہیں
تو قتل عام کرو عیدگاہ تک چلکر
تمہاری تیغ ادا کو اگر نیام نہیں
دوگانہ عید کا سمجھا ہمیں بریں ملکش
سوائے آپ کے سب عاشقوں کی نام نہیں
لکھی گئی ہے جو فہرست عاشقوں کی وہاں
مزہ تو یہ ہے ہمارا ہی اس میں نام نہیں

حسن و عشق میں اک چیز ہیں وابستہ نظام عالم ہیں
تیغ جلال انکو ہے حرام نہیں
ملا شراب خدا کے لیئے پلا ساقی

خدا کیواسطے اس کا محتسب ...
[illegible]

خدا پر ہے کیسا ہے بہت تیری جفاؤں سے
یہ کون کہتا ہے منتظر انتقام نہیں
[illegible]

ولہ
[illegible]

مجھے یہ ڈر ہے کہ ٹانکے نہ ٹوٹ جائیں کہیں
کہ مسکرا کے وہ زخم جگر کو دیکھتے ہیں

جگر بھی تیر کا مشتاق ہے دل بھی طالب
پھر دیکھنا ہے وہ پہلے کدھر کو دیکھتے ہیں

چھپی ہوئی یہ شرارت چھپے گی کیا ہم سے
کہ ہم تو سنگ کے اندر شرر کو دیکھتے ہیں

شب وصال کی آرائشیں ہیں پیش نظر
نگاہ یاس سے دیوار و در کو دیکھتے ہیں

نظر وہ عقد ثریا پہ بھی نہیں کرتے
ترے گلے میں جو عقد گہر کو دیکھتے ہیں

طریق عشق میں اپنا قدم بڑھا تو رہا
جو مرد ہیں کہیں خوف و خطر کو دیکھتے ہیں

ہم انکی چاند سی صورت نہ دیکھنے پائیں
ہزار بار نجم و قمر کو دیکھتے ہیں

شمیمؔ ضبط یہ ہے اف تلک نہیں کرتے
مصیبتوں میں ہم اپنے جگر کو دیکھتے ہیں

وہ بیکس ہوں کہ روئے ہیں مجھے جام و سبو برسوں
گیا ہے موج نے ماتم کنار آب جو برسوں

یہ تھا پیش نظر سو نگھا کیے ہیں خم بر و برسوں
گل داغ محبت سے وفائی کی بو برسوں

محبت کی نہ آئی درمیاں پھر گفتگو برسوں
ذرا سی بات پر بگڑا رہا وہ جنگجو برسوں

بھلا اکثر رہا ہے ربط شمشیر و گلو برسوں
ترے کوچے سے آئی ہے صدائے اقتلو برسوں

بنایا گرم و الکدن بھی انکو دشت و وحشت میں
حباب غنچے کی ہم نے بھی کی ہے جستجو برسوں

ذرا بھی کیوں مجھ کو بھی بہت ہے فیض نیکو نکا
کوئیں سے آئی ہے پیراہن یوسف کی بو برسوں

خدا ہی لا سہارا اٹھا ہے ای عشق و محبت نے
ملا دی خاک میں تم نے ہماری آرزو برسوں

ناپید مثل شکل خیالی ہوں دہر میں
کچھہ ایسا میں نحیف ہو اعشق یار میں
اصرار ادہر ہے روز ادہر ہے عتاب روز
بوسہ دیا ہے جب ہے غضب کا حجاب ہے
چرکے لگیں گے دل پہ کھلی گر زبان مری
محو جمال آئینہ رخ ہوں اسقدر
یہ نشہ ہے شراب ہے ہی کچھہ بڑہا ہوا
ہے خارغم کا قلب کو کھٹکا لگا ہوا
اللہ بزم غیر میں بھی بے حجابیاں

ابتک جہان میں خبر نارسیدہ ہوں
گویا رگوں سے صفحہ مسطر کشیدہ ہوں
کھتا ہے نامہ بر کہ میں آفت رسیدہ ہوں
کہتی ہے اوسکی آنکھہ غزال رمیدہ ہوں
قاتل ہے میں بھی صورت خنجر کشیدہ ہوں
آنکھوں میں اپنی سرمہ حیرت کشیدہ ہوں
ناصح نہ کر خیال کہ میں برگزیدہ ہوں
باغ جہاں سے اسلیے دامن کشیدہ ہوں
کہتی ہے شرم طائر رنگ پریدہ ہوں

کیا حال سختیوں کا لکھوں یار کی سفیر
خامہ بھی کہہ رہا ہے کہ میں سر بریدہ ہوں

ایسا ہے کچھہ سکوت اونھیں میرے باب میں
ہم زار زار روتے ہیں کیف شراب میں
تھوڑی سی پی ہی ہم کو بہت تھی شباب میں
آتی ہے بسملوں کے لہو سے جو بوے عطر

ہنستے ہیں سو کی اک نہیں کہتے جواب میں
لب خشک ہوگا دامن تر آفتاب میں
اب تو وہ کیف ہی نہیں ساقی شراب میں
شمشیر کیا بجہائی تھی اوسنے گلاب میں

وہ دن کے واسطے ہے یہی دل لگی ہے
راحت ملی ہے کس کو جہان خراب میں
عادت بری بری تو بری شئے بھی ہے بھلی
کب ناگوار طبع ہے تلخی شراب میں
وہ اے گریں اب در انجم کو اے فلک
بھرتا ہے لاطبق آفتاب میں
آئی شب فراق گیا روز وصل یار
سوز جگر سے آگ لگی فرش خواب میں

[illegible]

روز و شب غم میں جلتا ہوں غم کھاتا ہوں
جو کشتی عشق میں [illegible] وہ سہی پاتا ہوں
کوئی اتنا نہیں [illegible] سال میں اسکو کہوں
[illegible] داغ جنوں کو جبہ پر کہوں آتا ہوں
اب بھی او ستمگر تیرے مسیحا نفسی سے کچھ کام
دل میں مجھکو گل سے چھٹی ہیں درد سوا پاتا ہوں
[illegible] بھولا نہیں میری محبت کا نقش
روز جا جا کے سلیماں کی قسم کھاتا ہوں

و لہ

[illegible] علی کا مانا [illegible] نسیم الدین
[illegible] جلوہ ملتا جہنم میں
غضب [illegible] صفا [illegible] فاقہ [illegible]
[illegible] دامان [illegible] غم میں

بتلاؤ گھر کے چور سے کیونکر بچے کوئی
خوش چشموں کے وصال کا اچھا نہیں مآل
اچھا ہوا خدا نے انہیں اگر زار کر دیا
اسطرح زیر طارم انگور ہم ہیں مست
آئی جو موت ہم نے بھی وعدے پہ جان دی

گلشن سے داغ دل کا ملا دست یار میں
دھوکا ہے ایک روز نہ کے شکار میں
اڑتے پھرینگا جسم ہمارا بہار میں
بادل بھی جھومتے نہیں یوں کوہسار میں
تھا یہ لحاظ فرق نہوا اعتبار میں

پڑھتے ہو یوں مشاعرے میں تم غزل سفیر
جسطرح شیر گونج رہا ہو کچھار میں

جو یکتائے زمانہ ہے وہ بحر حسن عالم میں
سیہ کپڑے پہنکر جب وہ آئے بزم ماتم میں
الٰہی کسطرح سے بنگے بگڑی خوے انسانی
ادہر آتیں نہیں آنکھیں مری مرگ عزیزاں کے
زبان پاک قلب صاف تو پیدا کرے انساں
نگینے کو بٹھاتا ہے جو زرگر غرض ہے سن لے
نصیحت میکدہ والوں کو کیسی ناصحو سمجھو
جو یاد لب میں روتا ہوں تو کچھ ہو جاتی ہے تسکیں

حباب ابھرے ہوئے کیونکر نظر آئیں نہ محرم میں
جلی ہے شمع کیا کیا مجلس ماہ محرم میں
پتا بھی آدمیت کا نہیں پاتا ہوں آدم میں
شگوفے غم کدے دیکھو لیے ہیں شاخ نخل ماتم میں
اثر موجود ہے ہر وقت غافل اسم اعظم میں
ہماری آنکھ کا حلقہ بھی جڑ دے لونگے خاتم میں
خدا جانے وہ کیا دیکھیں تمہیں مستی کے عالم میں
یہ طفل اشک ہی عیسیٰ ہے یا آغوش مریم میں

باغ عالم میں ہزاروں ہیں گل تر لیکن
[illegible] بو الہوس کی بو انہیں پاتا ہوں
شکوہ نالے سے جو کرتا ہوں تو وہ کہتا ہے
[illegible] قلب میں درد آتا ہوں
[illegible] عشق [illegible] انساں
خاک سے خاک [illegible] جھکا جاتا ہوں

و لہ

[illegible]

وله

نہ حرف آئیگا کوئی پاکدامنی یوسف پر
کہ عذر بیخودی شامل ہے تقصیر زلیخا میں

نکلجائیگی اوس سے خواہش دیدار مجنون بہی
ہمارے دیدار لیلیٰ کو جو رحم آجائے صحرا میں

گمان جوہر معشوق کو خط سیہ پر تہا
نظر آیا مجہے عکس آئینا اوس روئے مصفا میں

رہی ترک صحبت مجنس بہی مجنس سے مشکل
وداع موج اک ہنگامہ ہے آغوش دریا میں

قیامت میں غلط ہے یار کے دیدار کا دعوا
جگہ خورشید محشر کی نہیں ہے چشم حربا میں

نہیں ہے خوف انکی اژدر زلف سیہ کچہہ
ہمارا نالۂ دل اک عصا ہے دست موسیٰ میں

تہے دونون عاشق و معشوق اسکی راہ کے محرم
جو حسن یوسفی میں تہا وہی جلوہ زلیخا میں

بچایا خصم عاجز کو ہی میں نے پائمالی سے
جگہ دی خار کو دلمیں جو در آیا کف پا میں

شکست طرۂ گیسو میں اپنے ڈہونڈہا لیلیٰ
لیگا لب دل مجنون غبار دشت ہو میں

سفیر اس ترک کے ہمراہ رکن آباد جا بینگے
رہیگی روح حافظ ساتہہ گلشت مصلا میں

بنا کون و مکان دل چہپ گیا جب گوشہ لا میں
یہ وہ قطرہ تہا دریا بنگیا گرتے ہی دریا میں

زیادہ نعمتیں ہونگے کمی ہو گر تمنا میں
مزے عقبیٰ کے سالک تجہکو آجا بینگے دنیا میں

لب جانبخش جانان سے جو ہو اب وصل مشکل ہے
حجاب خامشی مریم کی آئی ہے مسیحا میں

دل رم آرزو محبوس ہرگز رہ نہیں سکتا
شرر آسا درون سنگ ہے یہ کوہ صحرا میں

بہار اب گلستان سے آنیوالی ہے بیابان مین
تقرب خاکسارونکو ہوا ہے اسکی جست سے
ہوا شاخ بیان سے میوہ شکر خدا حاصل
شب آدینہ میری روح کرتی ہے تلاش اسکی
زیارت کو پریزادان عالم روز آتے ہین
میرے دل کیطرح شانہ ہی وان صدچاک رہتا ہے

عجب کیا پھول نرگس کے کہلین شاخ غزالان مین
بلا کی ہے رسائی اُس غبار عرش جولان مین
زبان برگ شگوفہ ہے ریاض جسم انسان مین
مین شمع حسن کا پروانہ ہون گنج شہیدان مین
عجب رونق نظر آتی ہے درگاہ سلیمان مین
کہان جمعیت خاطر تری زلف پریشان مین

دکن مین اے سفیر اپنے بزرگ آئے ہین شستر سے
ابہی تک صالح آبادی ہی جاگیر ایران مین

جو پہنی اوسنے زنجیر طلائی اپنی گردن مین
بہائے رات بہر آنسو خیال روئے روشن مین
اٹھے ہین دل سے شعلے آج عشق روئے روشن مین
ہم اُنکے ساتھ ہونگے موسم گلبین جو گلشن ہین
جو عالی ظرف ہین رہ کہتے ہین وہ دلمین کدورت بہی
ہین گہوارے کو اپنے لنگر لنگیں سمجھتا تہا
لپٹ کر آگئے ہین سانپ فتنے اُس سہی قد کے

حرارت مہر کی پیدا ہوئی ہے صبح روشن مین
ہمارے اشک کے دانے بہی ہونگے ہیرے کے خرمن مین
گریبان جلگیا سارا لگی ہے آگ دامن مین
چلیگا دور مئے کا اور بڑہیگی پینگ ساون مین
بجز خاک سیہ کچھ بہی نہین صحرا کے دامن مین
قرار آیا نہ مجھکو دوش دایہ پر لڑکپن مین
شکن مین آستین کے کچھ نہین کچھ ہے دردامن مین

مدام مشق ہی پڑھنے کا شغل ہے ماہیت
میں اسطرح سے ہوں مشغول کار غربت میں
قدم قدم پہ کھٹکتی ہے دل میں یاد وطن
ہے نوکِ خار بکلیجے یاد غربت میں
عجب طرح ہے کہ صحرا میں آگ لگ جائے
نکلتے ہیں جب غم سے شرار غربت میں
کبھی نہ یاد وطن آئے اور نہ یاد حبیب
اگر دسے عجم خداوند گار غربت میں

[illegible]

خوف سیر پنجۂ شاہین قضا کچھ بھی نہیں
ہیں وہی اپنی حقیقت سے جہاں میں آ واقف
دل بیمار نے تکلیف اٹھائی ہے بہت
مرثیہ اپنا سنانیکے لیئے آتا ہوں
خوں یہ ابلا ہے کہ جاری ہیں لہو کے چشمے
روح میں آگئی پرواز کی طاقت اس سے
پی لیں خود قاضی و مفتی بھی اسی آتش فام
لیلیٔ روح ہے پنہاں جسد انساں میں
لب ساحل کبھی آنکلیں جو دیوانے ترے
دو گھڑی برق ہی آجائے سیہ خانے میں
خود پسندی نے انہیں دیوانہ ہی کر دی یار
دل پھڑک جاتے ہیں استاد کی کیسی تعریف

طائر روح کو کسطرح نہ غافل سمجھیں
مور کو بھی جو سلیماں کے مقابل سمجھیں
زلف جاناں کو نہ کیوں شام کی منزل سمجھیں
اپنی مخفل کو نہ وہ عیش کی محفل سمجھیں
دہنِ زخم کو بسمل لب ساحل سمجھیں
کیوں نہ خنجر کو پر طائر بسمل سمجھیں
اس کو کمبخت اگر کرسی محفل سمجھیں
چار دیوار عناصر کو بھی محمل سمجھیں
موج دریا کو بھی دیکھیں تو سلاسل سمجھیں
رعد کے شور کو آواز جلاجل سمجھیں
اپنے گیسو کو پری زاد سلاسل سمجھیں
تیرے ابرو کو نہ کیوں مطلع بیدل سمجھیں

نفس کو حلقۂ فتراک میں جو رکھتے ہیں سفیر
شیر کو بستۂ فتراک و سلاسل سمجھیں

دکھائی داغوں نے دلکی بہار غربت میں
بنا ہے سینہ مرا لالہ زار غربت میں

[illegible]

ولہ

[illegible]

جب ہوائے شوق مجنوں زور بادہ ہو دشتمیں	پردۂ لیلیٰ کی خاطر پردۂ محمل کہاں
ہو مقابل یار کے رنگ قمر داغ قمر	اسکی ایسی شکل کب ہے اسیہ ایسی تل کہاں

دل پھڑک اٹھتا ہے سنکر مصرع انکا سفیر
زخم ہنستے تھے کسیکے منہ پہ اے قاتل کہاں

تامل کیوں سفیر خستہ کی حاجت روائی میں	مرے شکلکشا کیا دیر ہے شکلکشائی میں
ہیں صبح عید کا قائل ہوں اخلاص و صفائی میں	گلے ملتے ہیں دشمن بھی لباس آشنائی میں
وہی اچھے رہے مشہور تھے جو بیوفائی میں	کیا شکوہ تو ڈھنگا بچگیا ساری خدائی میں
وصال یار سے ہرگز تسلی ہو نہیں سکتی	بہت ہیں الگ پیچ و تاب بحر آشنائی میں
خدا نے دل کو میرے جام استغنا بنایا تھا	تو نے عشق ڈہکا سیہ اسکو گدائی میں

سفیر اس قحط سالی کا برا ہو کیا کریں چارہ
ہوا جاگیر سے حاصل نہ کچھ بھی جن چرائی میں

پھر نماز آئیں حسین عید گاہ میں	لائیں نہ پر جھیوں کو چھپا کر نگاہ میں
ہمراہ نفس دل بھی ہے حال تباہ میں	یوسف کو لیکے کود پڑا گرگ چاہ میں
ہر اپنی آہ معرکۂ عشق میں بلند	رایت ضرور چاہیئے قلب سیاہ میں
کب تیرے خاکسار کو رفعت ہوئی نصیب	اٹھ اٹھ کے بیٹھتے ہی رہی گرد راہ میں

ولہ

انگلی نہ رکھوں روزن دیوار سیاہ میں
عقدہ کو اسکی زلف کے چھوٹی تو کیوں سفیر
شامل تب فراق ہے زلف سیاہ میں
[illegible]

بسکہ ہیں پردہ پوش بھی ایک مہ سیا پوش میں
خانۂ کعبہ بھی ہے دل سیاہ کے غمزہ اداروں میں
یاد مردود ہے مجھے آتش میں عارض کی
پھول بیچنے کے ... جاتا ہوں گلزاروں میں
ہم بھی ہمراہ چلو ہیں سے نقاب اٹھی ہو
جمع یوسف کے خریدار ہیں بازاروں میں

[illegible]

روز و شب کرتی ہی رہتی ہی اشارہ رحمت سے
لطف آیا ہے ہمین دکے گنہگاروں میں

اوسکے رخساروں سے تشبیہ نہ دیتا تھا سفیر
پھول بھی آج گران ہوگئے بازاروں مین

چمک جو درد میں ہی آہ پر شرر میں نہیں
کچھہ امتیاز مگر آپ کی نظر میں نہیں

فلک سے نوک کی لیتا ہے نالہ شبگیر
خدنگ ناز تو پنہاں کوئی جگر میں نہیں

سوائے رزق مقدر ملیگا کیا ہم کو
حضر میں کونسی نعمت ہی جو سفر میں نہیں

جو منکر صفِ محشر ہو دیکھ لے آکر
وہ فتنہ کیا صفِ مژگانِ فتنہ گر میں نہیں

یہ روک ٹوک ہی مستونکی کسلئے ساقی
گڑا خزانہ کوئی میکدہ کے در میں نہیں

تھکا کے بخت مجھے لائے قبر کی جانب
اب اپنے گھر میں ہو آرام ہی سفر میں نہیں

فلک مٹائے مٹانا ہی جنکو مثل حباب
ہوا غرور وہوس کی ہوا رہی سر میں نہیں

مشاہدے ہی نمایاں ہی قدرت خالق
کرم میں اُسکے جو وسعت ہے بحر و بر میں نہیں

جہاد نفس سے ہوا ہی میں قناعت کی
گذر بھی تیر حوادث کا اس سپر میں نہیں

یہ سچ ہے میں تو سیہ کار و رند ہوں ناصح
چھٹا ہوا کوئی تجھسا بھی شہر بھر میں نہیں

سر نیاز جھکا حق کے آگے ای سلطان
یہ لطف تاج مرصع میں او رجیغہ میں نہیں

ستم کیا غلط انکار ہی تہمتن نے
یہ تھا خیال کہ سہراب با خبر میں نہیں

دیوان نصیب

۱۲۵

ہوا ہے آج درخت امید بار آور
ثمرہ جو تیرے کچھ پھل میں باروہ ثمر میں نہیں
خوشی سے جا کے کھڑے ہوئی ہم تنادر پر
سفیر ترو کماں دست سیمبر میں نہیں

ولہ

بہارِ سبزۂ مینائے مے ہے نزہت بخش
ہوائے لالہ و گل میکشوں کے سر میں نہیں

ہمارے پارۂ دل لعلِ شب چراغ ہیں سب
جو روشنی ہے یہاں منعموں کے گھر میں نہیں

رکھا سدا ہمیں وارفتگی نے خانہ بدوش
قرار سیل کی مانند دشت و در میں نہیں

ذرا ٹٹول تو لینے دے مجھکو اے قاصد
ہمیں سے اُڑتا ہے کیوں یا یہ خط کمر میں نہیں

وہ گل ہوں سر سبد باغِ روزگار ہوں میں
ہزار شکر کہ گلچیں تری نظر میں نہیں

تڑپنا لوٹنا بسمل کا دیکھ تو اے برق
یہ گردشیں وہ ہیں اب تک تری نظر میں نہیں

مری نگاہ سے لڑتی رہی نگہ ان کی
اثر جو اسمیں ہے وہ غیر کی نظر میں نہیں

وہ کھا اُٹھے خبر مرگ سنکے عاشق کی
کہ دیکھنے ہی کا پتلا ہے کچھ بشر میں نہیں

سقیر وہ دُرِ دریائے ہمہ‌دانی ہیں ہم
یہ آبروئے محیط گہر گہر میں نہیں

یوں شبِ غم ترے بیمار بسر کرتے ہیں
ناتوان نبض کے مانند سفر کرتے ہیں

شاد کر دیتی ہے شیریں سخنی ہمدمی کو
ہم سلیمان دلِ مور میں گھر کرتے ہیں

اپنے سائے میں محبت ہی بٹھاتے ہیں مجھے
دشتِ غربت میں ہمیں انس شجر کرتے ہیں

فرق شیشہ کی طرح ظاہر و باطن میں نہیں
اسطرح رند قدح خوار بسر کرتے ہیں

آگیا باغ میں سلطانِ بہار کا قدم
دُم کو کھولے ہوئے طاؤس جنوہ گر کرتے ہیں

بحر الفت میں خدا ہی دل کو دے صبر و سکوں
کسطرح کشتی ٹھہرے جب زور لنگر میں نہیں

ہے اگر چشم بصیرت سیل و فوارہ کو دیکھ
عاجزی درویش میں جو ہے تونگر میں نہیں

ہیں گراں جانوں میں ہوں گر یہ سبکرو ہیں تم
نازکی جو پھول میں مضمر ہے پتھر میں نہیں

ہے بیابان در بیابان یاد محبوب و جنوں
دل میں جو وسعت ہے وہ صحرائے محشر میں نہیں

قتل ابرو کے اشارے سے ہم اے قاتل ہوے
بانکپن جو تجھ میں ہے وہ تیرے خنجر میں نہیں

آئینہ دیکھا تو شکل نا امیدی بول اٹھی
قطرۂ آب بقا تجھ سے سکندر میں نہیں

نعمتیں پاتے ہیں ایسی ناز پروردہ ترے
جو حلاوت ان میں ہے وہ شہد و شکر میں نہیں

نامہ بر کو دیکھئے سیر چمن بیکار ہے
کونسا وہ گل ہے جو میرے کبوتر میں نہیں

دل جو پہلو میں نہیں اعضائے تن ہیں مضمحل
ابتری کیونکر ٹھہرے سردار لشکر میں نہیں

اے پری زیبا ہے اب تیرے لیے ساتوں شنگا
ایسی سج دہج کا حسیں بھی ہفت کشور میں نہیں

تاج کیسا سر کلہ گاد و رضا کی ہے یہ
فتح ہی جمشید اب طالع کے اختر میں نہیں

قاقم و سنجاب سمجھو کہنہ جامے کو سفیر
آبرو جو اسمیں ہے دیبائے شستر میں نہیں

ہے طوفان عداوت جوش زن اک کے دل میں
گرہ نجاتی ہے جو موج ہی آغوش ساحل میں

نہ آیا فرق اگر عشاق کی بیتابیٔ دل میں
بھینگی کشتیاں کشتوں کی آب تیغ قاتل میں

و لہ

[illegible]

جو سعدی کی گلستاں دیکھتے ہیں — بہار باغ عرفاں دیکھتے ہیں
نہیں تھمتے نہیں تھمتے یہ آنسو — شب و روز ایک طوفاں دیکھتے ہیں
سبھی برق و باد میں کیا دشمنی ہے — سدا دست و گریباں دیکھتے ہیں
کھلاتی تو ہے اے موج صبا گل — تجھے بھی ہم پریشاں دیکھتے ہیں
وہ کہنا میرا دیکھو دل کی حالت — وہ کہنا اوس کا ہاں ہاں دیکھتے ہیں
جو یاد آتی ہے اوس کی چاندنی شکل — تو روئے ماہ تاباں دیکھتے ہیں
گرا ہے جس جگہ خون شہیداں — وہیں کان بدخشاں دیکھتے ہیں
ہمیں بھی شعر یاد آتے ہیں اپنے — جو بلبل کو غزل خواں دیکھتے ہیں
حسین جو ہے وہ دشمن جان کا ہے — اوسی کو دل کا خواہاں دیکھتے ہیں

سفیر اوستاد یاد آتے ہیں جب دم
تو ہم حضرت کا دیوان دیکھتے ہیں

اسفندیار بھی جو عدو ہو تو غم نہیں — نالہ مرا خدنگ تہمتن سے کم نہیں
اوراق گل پہ حال گلستاں رقم نہیں — کیا کیجیے چمن میں دوات و قلم نہیں
بدلے درم کے کیوں زر خرا لو نہیں خاک اوٹھا کر — فوارہ ساں جو بارش ابر کرم نہیں
سرشار ہے سفیر شراب حدوث سے — کب دل میں یاد ساقی بزم قدم نہیں

[illegible]

و لہ

[illegible]

[illegible]

خدا کے بعد محمد کا نام [illegible] لیتے ہیں

[illegible]

برہمن کیا وہ یاں نہیں ملتا ؛	جس کو تو ڈھونڈھتا ہے گوکل میں
دل پرشور کو مرے باندھو ۔	یہ بھی گھنگرو بجیگا چھاگل میں
اپنے مشکل کشا کے میں صدقے	مشکل آسان کی ہے اک پل میں
نشے میں پاگل ہوئے ہیں شیخ	پھنس گئے میکدے کی دلدل میں
مشعلی کو تم اپنے حکم یہ دو	خون میرا جلائے مشعل میں
ایک سے ایک بڑھ کے ہے محبوب	مانگ صندل میں صندل آنچل میں
وصل ہونا ہے گر تو ہو جائے ؛	فرق بتلاؤ آج میں کل میں
کچھ سمجھ میں مرے نہیں آتا	کیا چھپاتے ہیں آپ آنچل میں
دیکھئے آپ اپنی جلد بدن	ایسی نرمی کہاں ہے مخمل میں
ہے شب وصل باندھے جوڑا	پھر نہ الجھینگے بال ہیکل میں
دو دو دل میرا جائے کیوں برباد	یہ بھی شامل ہو تیرے کاجل میں

عرس ہے کل سیفیؔ صاحب کا
دیکھو آنا ضرور صندل میں ؛

وہ باتوں باتوں ہی میں انتقام لیتے ہیں
وفا رشیر دنکا شیر ونکے دل سے پوچھے کوئی

خطا کسی کی ہو میرا ہی نام لیتے ہیں
بہادر دنکا بہادر سلام لیتے ہیں

۱۳۰

ولہ

قطعہ [illegible]

[illegible]

[illegible]

کون کہتا ہے کہ زندوں میں کرامات نہیں		کی جو خواہش تو گرجتے ہوئے بادل آئے

جامعیت کا بہت یاروں کو دعویٰ ہے سیفیؔ
حضرت نظم میں جو بات ہے وہ بات نہیں

ہات جلجائے حریفوں کو مگر پیارے ہیں	لعل و یاقوت دہکتے ہوئے انگارے ہیں
بے خبر شہر کی حالت سے نہیں ہوں میں کہیں	جتنے ہیں غول بیاباں مرے ہرکارے ہیں
سر سودا زدہ فکر سر و ساماں میں نہیں	گرد باد آج تو لے اوڑھنیکو طیارے ہیں
اپنے ہونٹوں کا کسیدن تو سنو ہم سے وصف	لعل رنگت ہیں مزے میں وہ شکر پارے ہیں
روزن در ہی یا رخنہ دیوار سہی	رات دن چہرۂ محبوب کے نظارے ہیں
کوئی اغیار سے بگڑے تو بنا لیگا کیا	سب برا کہیں انھیں آپکو تو پیارے ہیں
ہوں وہ سرگشتہ میں ہمدرد ہو لیکن شمس و قمر	وہ بھی تو گردش تقدیر کے مارے ہیں
روتے ہی روتے ہوا دل کا خزانہ خالی	میری آنکھوں سے رواں خون کے فوارے ہیں
غنچے اطفال ہیں گلشن میں صبا دایہ ہے	شاخیں اشجار کی ہلتے ہوئے گہوارے ہیں

یوسف دل کو یہیں ڈھونڈ نکالینگے سیفیؔ
کوچۂ یار میں دو چار تو اندارے ہیں

ادھر اغیار بیٹھے ہیں ادھر اغیار بیٹھے ہیں		کسیکی بزم میں ہم جان سے بیزار بیٹھے ہیں

۱۳۱

دیوان سیفیؔ

[illegible]

وله

حسرت وصل مرے دل سے نکلتی ہی نہیں
یہ وہ ہے شاخ کبھی پھولتی پھلتی ہی نہیں

مثل منصور انا الحق ہی کہے جاؤنگا
سطرح آئی ہے ظالم پہ طبیعت میری
جان حاضر ہے مری غیر سے ملنا ہی تو چھوڑ
ہتکڑی ہوگی ہو زنجیر مرے قتل کے وقت
سنگ در سے تری پیشانیکو رگڑونگا کب تک
ہے نگہ اونکی طرح تیری بھی نرگس مسکین
دختر رز کو لگانا نہ کہیں منھ زاہد
گرمئی آہ مرے بس میں ہے دکھتا ہے ضبط
وہی اقرار وہی قول وہی وعدہ ہے

جو کہ حق پر ہوں زباں اوسکی بدلنیکی نہیں
کوئی امید ہی اب اپنے سنبھلنے کی نہیں
صاف کہتا ہو کہ یہ ضد تری چلنے کی نہیں
ایک کے منھ سے بھی آواز نکلنے کی نہیں
صبر اب آگیا تقدیر بدلنے کی نہیں
یہ چھری وہ ہے ترے ہاتھ سے چلنیکی نہیں
رنگ یہ اپنی طبیعت کا بدلنیکی نہیں
شعلہ نیجائے گر منھ سے نکلنے کی نہیں
تم بدل جاؤ زباں اپنی بدلنیکی نہیں

کس لئے کوچۂ سفاک میں بیٹھے ہو سفیر
لاکھ تدبیر ہو تقدیر بدلنے کی نہیں

درد نغمہ بنگیا ساقی دل رنجور میں
صبحدم کھلتا ہے یاد عارض پر نور میں
صاحب جوہر کی ہر جا ہر محل پر قدر ہے
کیا ہوا تھا اس کو کیوں لفظ انا الحق کہہ اٹھا

موج مے کا تار ہوگا کاسۂ طنبور میں
پھول داغ دل ہے اپنا شاخ نخل طور میں
کون پوچھے اوس کو گر خوشبو نہو کافور میں
کس کا جلوہ تھا الہی دیدۂ منصور میں

روزِ ازل سے جو فنق کیا حق نے حسن کو
تقسیم ہو گیا وہ بتانِ جمیل میں
بیٹھے ہیں مصطفیٰ کی وہ اپنی قدر اس سے [illegible]
جیسے کی دو پیالی [illegible] کفِ جبرئیل میں
کیا نعمتوں کا لطف ہے خوانِ خلیل میں
مہمان نوازیوں سے نہ الگ کے دل کبھی
حسرت بھری نگاہ ہوں چشمِ قتیل میں
ہمت جابتی [illegible] وہ لپٹے ہی جھول میں
کم خاب اب تو دور از ترے ہیں چھپل میں
خوب اب اشک کی ہے کمی چشم آرمیں کی
اپنی جگہ بھی نہیں زلف پیچ محل میں
ہمسایہ ختم شغلہ نوازی و سفلگی
عمرِ خضر کا لطف خاک ہے اب قلیل میں
کیا ہو گا ایک جام سے ساقی پلا و خم

ردیف واو

سلام

دیوانِ تسلیم ۱۳۴

تھی نزاکت جس قدر تصویر تیری لیجگی
بہزاد میں خامہ نہیں ہے باقی اب بوج

مان کھنا جا خدا حافظ ہے تیرا اے امید
رہکے تو اب کیا کریگی خاطرِ ناشاد میں

روز و شب سے کیا غرض ہے محو قدِ یار کو
انیٹھ گھر میں سو رہا ہوں سایۂ شمشاد میں

نظم سا بھی کوئی نقادِ سخن ہے ای سپہر
شعر اپنے ہیں جواہر دیدۂ اُستاد میں

کیا شک ہے حسنِ زلفِ بتِ بیعیل ہیں
لیکن غضب ہے دور و تسلسل دلیل میں

ہوں غرق بحرِ رحمتِ ربِّ جلیل میں
سارے گناہ دھو گئے ہیں سلسبیل میں

کیا گالیاں جہاں کی ہمیں کرو گئے ختم
کچھ تو بچا کُھچا رہے خوانِ خلیل میں

رہتا ہے ہمکو روزِ قیامت کا سامنا
فتنوں کو گھر ملا تری چشم کحیل میں

دنیا میں اپنی پیاس بجھائیگا جرخ کب
پانی کے بدلے خون رکھا ہے سبیل میں

موسیٰ کو پار اتار دیا کارساز نے
فرعون کو ڈبو دیا دریائے نیل میں

عشقِ خدائے پاک میں ڈوبا ہوا ہوں میں
کوثر میں ہے یہ موج نہ یہ سلسبیل میں

ہارے جو دل مقدمۂ عشق کیا عجب
میں کیا کروں کہ دم ہی نہیں ہے وکیل میں

انکار پیش داور محشر محال ہے
قاتل کا عکس رہگیا چشمِ قتیل میں

آئی بہار داغ جگر سب ہرے ہوئے
پھولوں کی کچھ کمی نہیں باغ خلیل میں

[illegible]

بنائے مجلس ماتم ہے بعد زالہ کشی
طیور بیچتے ہیں جسطرح آشیانوں کو

یہ کی امام کی اے اہل کوفہ مہمانی
یہ کس کے خون میں رنگیں کیا سنانوں کو

سخن سے دل شکنی ہو تو خامشی بہتر
خدا کے واسطے روکے رہو زبانوں کو

وہ آئے حضرتِ عباسؑ صف شکن دیکھو
وہ چمکی برق وہ لرزہ ہوا نشانوں کو

کڑی پڑی تھی نہ جبتک یہ زعم باطل تھا
کہ کھینچ لیتے ہیں ہم بھی کڑی کمانوں کو

سکینہ کہتی تھی دُرچھین کر مرے بابا
لعین نے کر دیا مجروح آج کانوں کو

جو ضعف سے نہیں چلسکتے راستہ سجادؑ
سنان کی نوک سے زخمی کیا ہے شانوں کو

جنھیں ہے ناز بہت دولت لب جدید
وہ لوگ بیچتے پھرتے ہیں استخوانوں کو

گماں ہو نغمۂ آہنگِ لن ترانی کا
اگر سنے ارنی گو مرے ترانوں کو

لہو میں ڈوب کے انصار شاہ کہتے تھے
خضاب کی نہیں حاجت کبھی جوانوں کو

تجھے تو خاک میں ملنا نہیں ہے اے منعم
زمیں میں گاڑ کے رکھ چھوڑنا خزانوں کو

کریم و رازق و رزاق اُسکو کہتا کون
زمین سے نہ اُگاتا اگر وہ دانوں کو

کیا ہے نوک زباں سے قلوب کو تسخیر
سفیر کہہ کے اڑاتے ہیں ہم نشانوں کو

جمع دل میں حسرتوں کا کارواں اتنا تو ہو
ناک میں دم آئے آہ جو نکلا دھواں اتنا تو ہو

ولہ

ولہ

۱۳۵

دیوان سفیر

مجبور ہیں نشیرہ دنیا کی چاہ میں
سوداگران جنس خرد جانتے ہیں سب

بھرتی ہے اُن کے کان نسیم سحر ضرور
کھتے ہیں آج دیکے مجھے بوسہ دھن

نام و نشاں مٹائے ہیں شاہوں کے اسپہر
پھولوں سے یوں بھر انظر آئے یہ صحن باغ

پھینکا ہے اُس نے سنگ لحد بھی اکھاڑ کر
یہ کچھ دل سے باتیں کر نہیں ہوتا ہے غم غلط

قسمت سے آگئی ہے مرے گھر شب وصال
کافر ہوں پھر جو شکوہ بیداد میں کروں

وہ چال چل کہ خلق تجھے آفریں کہے

تیرن کی طرح کون گرے گر گنوان ہو
ممکن نہیں کہ سود کے پیچھے زیان ہو

کیوں گوش گل میں نغمہ بلبل گران ہو
دیکھو کہیں یہ راز کسی پر عیان ہو

تیری جلو میں کیوں علم کہکشان ہو
گلرنیز اگر مری نگہ خوں فشان ہو

میری طرح جہاں میں کوئی بے نشان ہو
بنجائے جی پہ جو یہ مرا رازدان ہو

مسجد میں تا بہ حشر الٰہی اذان ہو
اس کا اگر شریک ستم آسمان ہو

وہ بات کر کہ دل پہ کسیکے گران ہو

نکلے کسی سے دل کی تمنا محال ہے
جبتک سفیر تم پہ خدا مہربان ہو

یارب نہ مجھ فقیر کی مٹی تباہ ہو
تیرا گدا بھی مایۂ صد رشک شاہ ہو

اٹھکر غبار چتر سر بادشاہ ہو
جو داغ ہو جبیں پہ کیانی کلاہ ہو

وله

ہوگا ضرور ساعقہ افگن جمال دوست
ہو اُسکی دشمنی بھی مرے حق میں دوستی
تائب ہو زہد خشک سے اپنی اگر تو شیخ

پر یہ بھی شرط ہے کہ دل دادخواہ ہو
چاہے اگر خدا تو عدو خضر راہ ہو
اسلام میں نہ بادہ پرستی گناہ ہو

شاہ دکن سفیر سلامت رہے سدا
بابر سے بڑھ کے صولت و اقبال و جاہ ہو

نوکری میں بھی نہ بھولے ابروِ خمدار کو
اک نظر بھی دیکھنا ہے بار چشم یار کو
عید گہ سے آج اپنا بچ کے آنا ہے محال
وزن اک تو لیکا بھی شمشیر قاتل میں نہیں
جھانکتا ہے یاں سے اکثر آ کے وہ پردہ نشیں
حشر کا دن بھی ہوا لیکن نہ تو آیا نظر
لغزش مستانہ پر چلتا ہے اب طاؤس مست
میرے نالوں کی صدا بھی ملک کو پہنچی نہ اور
تم تو کوٹھے پر بھی اب ملتے نہیں ہو محتجب
دو پہر ہوتی ہے کوٹھے سے اترنے کے لیے

نذر میں تلوار دکھلاتے ہیں ہم سرکار کو
ہے عصا سرمہ کا ڈورا مردم بیمار کو
باڑہ دی سرمہ نے پھر تیغ نگاہ یار کو
کیوں نہیں پھونکیں تو لوں آج اس تلوار کو
چشم آہو جانتا ہوں روزنِ دیوار کو
ہائے پیاسا ہی رکھا اس تشنۂ دیدار کو
نشہ کے عالم میں لگتی ہے نظر رفتار کو
چھیڑ ہاں مطرب پسر تو ساز کے اب تار کو
طعنہ پر حق نے بلایا طالب دیدار کو
تم نے سکھلا دی نزاکت سایۂ دیوار کو

ولہ

ولہ

طول شب فراق سے گھبرا گیا ہے دل
شاید یہی درازیٔ روزِ جزا نہو

دل کا رفیق کون پریشانیوں میں ہے
دریا پہ بھی میں جاؤں تو موج آشنا نہو

ترک خودی کا اہل فنا کو ملے نہ لطف
اُس بحرِ معرفت سے جو دل آشنا نہو

سب موئے تن زباں بھی جو بنجائیں اسیرؔ
کچھ شکر اُسکے فضل کا مجھسے ادا نہو

صادق القول ہوں ایماں کا ہے دعوےٰ مجھکو
مردِ مومن ہوں علی سے ہے تولا مجھکو

خواب میں بھی نہ جدا عاشق و معشوق ہوئے
ساتھ یوسف کے نظر آئی زلیخا مجھکو

شبکو ہے وادیٔ ایمن میں تلاش اُس تن کی
ملگیا ہے جو چراغ ید بیضا مجھکو

اُس پریرو کی محبت میں یہ توقیر ہوئی
تخت پر اپنے سلیماں نے بٹھایا مجھکو

گوشۂ دل میں مرے سیکڑوں سناٹے ہیں
دے جگہ بھول کے دامن میں نہ صحرا مجھکو

شب ہجر انکی سیاہی میں ہوں میں کیسا گم
ڈھونڈھیئے لیکے چراغ رخ زیبا مجھکو

متلاطم مری کشتی ہے ہوائے غم سے
پیچ و تاب اپنے ہی دل کا ہوا دریا مجھکو

خال رخسار صنم کی ہے شباہت اسکو
دل سے پیارا ہے سواد داغ سویدا مجھکو

خط لکھوں گوشۂ عزلت میں تو بھیجوں کیونکر
کون قاصد ہو کبوتر بھی ہے عنقا مجھکو

دید کا اُسکی جو میں حشر میں قائل نہوا
دیکھ کر ہنسنے لگے اہل تماشا مجھکو

ظلمت ہستی کی طرح نہ گھبرا اسیرؔ
اب طلب ہے کچھ بادشاہ خراساں مجھکو

ولہ

منہ سے لگا ہوا جو چھلکتا پیالہ ہو

چلتی نہیں سفیر کسی کی بہادری
ہو عشق شیر کو بھی تو غم کا نوالہ ہو

کیا روز و شب سے بحث ہے جب لاجواب ہو	تم گھر میں ہو چراغ چمن میں گلاب ہو
بزم جہاں میں ہے وہ سعادت مجھے نصیب	سن لے اگر تو جل کے ہما بھی کباب ہو
دھوئے جو اپنے پاؤں وہ سیمیں بدن کبھی	خورشید آفتابہ لگن ماہتاب ہو
کرتے ہمارے ساتھ رفاقت تو جانتے	تم رشک آفتاب ہو یا ماہتاب ہو
ایسا گناہگار ہوں پھینکا اچھال کے	کھٹکی ہے گور کیوں مری مٹی خراب ہو
آجائے لطف دونوں سمندر اگر لڑیں	دریا ادھر ادھر مری چشم پر آب ہو
میخانے کو نہ دیکھ حقارت سے اے فلک	چمکے اگر تو قطرۂ مے آفتاب ہو
ساحل پہ میکشی کا مزہ ہے شباب میں	جو موج آئے خندۂ جام شراب ہو
تڑپا رہے ہو عاشق ابرو کو کس لئے	تلوار پھیر دو جو گلے پر تو آب ہو
اے شہسوار تو نے سواری ہی چھوڑ دی	بیخواب کس طرح سے نہ چشم رکاب ہو

پہنچیں سفیر ہم بھی نجف میں خدا کرے
یہ سفر ہوا ور علی ولی کی جناب ہو

وله

رکھتا ہے دوست نزع میں بھی مال و جاہ کو	ایذا نہ وقت مرگ ہو کیوں بادشاہ کو

رقیب روسیہ بہر عیادت لیکے خط آیا
سکندری سے ہم رنگ صبا جب یہ جسم لاغر ہے
ادہر ہے بادہ جنا ادہر ہے بادہ کشمر
وہ ماتم دوست ہوں ہر دم نئے غم کا تجسس ہے
جنوں میں بس یہی جی میں گلے ملتا ہوں ناصح سے

مبارک ہو یہ مرگ نو مریض شام ہجراں کو
میں اکثر پھاند کر جاتا ہوں دیوار گلستاں کو
منگالیں گے ذرہ آنے تو وہ فصل زمستاں کو
خلیل اللہ جیسے ڈھونڈتے پھرتے تھے مہماں کو
جو صبح عید سمجھا خندہ چاک گریباں کو

سفیر آرام سے سو رہ لپٹ کر قبر سے اپنی
فرشتے بھی نہ چھیڑیں گے غلام شاہ مرداں کو

جو رکھتا ساتھ وہ میرے چراغ داغ ہجراں کو
الٰہی یہ بھی سوجھے اس جنون فتنہ ساماں کو
اگر ہو شوق اقلیم دگر اس شاہ خوباں کو
نوید زندگی پیراہن یوسف کی بو ٹھیری
مرا اقبال میرے ساتھ ہے عشق و محبت میں
شب تاریک کا کیا خوف مجھکو وہ نور دیں میں
نگاہ شوق سے رخنے پڑیں گے جا بجا انمیں
شراب پرتگالی لا پئینگے بیٹھ کر ساقی

رہ ظلمات میں پاتا سکندر آب حیواں کو
کہ پیوند انکے دامن کا کرے میرے گریباں کو
مسخر سو رہے کر لیں ابھی ملک سلیماں کو
تسلی کچھ تو ہو جاتی ہے اس سے پیر کنعاں کو
نکالا کام ابتک دھمکیاں دیدیکے درباں کو
چراغ گرم رفتاری سے طے کرتا بیاباں کو
اگر آہن سے بھی بنوائیں وہ دیوار زنداں کو
مرے سر کی قسم جانے نہ دے اس لطف یاراں کو

ولہ

ولہ

یہی احسان کا بدلا تھا برا ہو سوزشِ دل کا
لگا دی آگ مہماں نے خلیل اللہ کے گھر کو

بقدرِ ظرف نعمت اُسکے دَر سے ملتی ہے
چمک ہیرے کو دی ہے آبرو بخشی ہے گوہر کو

گلو نسے تن کے چلتا ہے مرا رشکِ چمن جس دم
اکڑنا دیکھکر کیا آگ لگتی ہے صنوبر کو

محیطِ عشق میں ساحل تلک پہنچے تو کیا کہنا
بڑی حسرت سے دیکھے موج بازوی شناور کو

نہو جب بختِ رہبر کام کیا تدبیر سے نکلے
جو سوجھی خضر کو ہے ہے نہ سوجھی وہ سکندر کو

ہے تارِ اشک میں خوننابۂ دل بھی مرا شامل
پرو کر ایک رشتہ میں رکھا ہے لعل و گوہر کو

شہر برالنفس جو ہیں اُنسے ہے خونیں جگر دنیا
جو بدخو طفل ہے کاٹیگا وہ پستانِ مادر کو

سکونِ دل بھی کوئی چیز ہے عشق و محبت میں
بہا لیجائیگی کشتی مری اگر وزن لنگر کو

ہوئی تھی آنکھ ملتے ہی مرے لگی خبر تم کو
گلا اب کیا ہے بھیجا نامہ تھا کیا میرے تیور کو

تمہاری اک نظر کافی ہے میرے قتل کرنیکو
ادھر دیکھو مری جاں تیز کیوں کرتے ہو خنجر کو

جوابِ نامہ سے مطلب تھا جلدی بھی تھی تو اتنی بھی
ابھی ہدہد نہ پلٹا تھا کہ پھر بھیجا کبوتر کو

اَلَا یَا اَیُّھَا السَّاقِیْ اَدِرْ کَاْسًا وَّ نَاوِلْھَا
شفیع اپنا سمجھتا ہوں قسیمِ حوضِ کوثر کو

غرض پیدا ہوا ہے نیستی سے جو نکلے ڈھی کے جو بگلے
اگھی خواب کچھ ایسا نظر آئے مقدر کو

ازل سے تا ابد پھیلا ہے فرقت کی شب کا ہے
چراغِ خانہ سمجھوں گیسو میں خورشیدِ محشر کو

علی کی آفرینش سے بڑی ہے کعبہ کی زینت
اسی مولود سے رونق ہوئی اللہ کے گھر کو

ولہ

ولہ

ردیف ہائے ہوز

ولہ

کیوں روا رکھوں نہیں دلمیں تری تعظیم کو
شوق کعبے کے بنانے کا تھا ابراہیم کو

لکھکے خود کاٹا ہے تونے جا بجا اختر شناس
صفحۂ باطل سمجھتا ہوں تری تقویم کو

تھا یہی باعث جو نقش بوریا آیا پسند
جانتا تھا میں خطر ہے کشور دیہیم کو

سر بکف قربانیان عشق کے آتے ہیں غول
رکھتے ہیں پیش نظر وہ جادہ تسلیم کو

پہلے تو پی لے پینگے ہم تری جھوٹی شراب
کچھ نہیں ملتا ہے ساقی صاحب تقسیم کو

سرمہ آنکھوں نہیں لگا کر دیکھ تو ای شوخ چشم
فتنہ آیا ہے صفاہاں سے تری تعلیم کو

سو رہا کملی کو اپنی تان کر شب بھر فقیر
نیند کب راحت سے آئی شاہ ہفت اقلیم کو

پیشوائی کے لیے اٹھا تھا یہ کس کا غبار
جھک گئے گور غریباں میں وہ کیوں تسلیم کو

بے بلائے دلمیں ارمان ہو رہے ہیں میہماں
خوان یغما جانتے ہیں خوان ابراہیم کو

جانتے ہیں نقطۂ موہوم ہے انکا دہن
اسلیئے سمجھے محال اس نقطہ کی تقسیم کو

عاشقوں میں آپکے شاہ و گدا دونوں ہیں ایک
دور کیجے بزم سے تخصیص کو تعمیم کو

خلد تک رندوں کو آنا بھی ہے رحمت کی عطا
ہے سلام اپنا یہیں سے کوثر و تسنیم کو

دلمیں عاشق کے ہمیشہ جلوۂ معشوق ہے
ربط ہے لفظ احد سے احمد بے میم کو

دشت غربت کیطرف بھولے سے جا نکلا جو میں
خضر بھی دوڑے ہوے آے مری تعظیم کو

دور کر پہلے اسے تو دیکھ جسکو سدِّ راہ
قصد ہو انگلینڈ کا تو فتح کر بلجیم کو

ولہ

اُن کی روئی صاف پر چھپتے ہیں بوسونکے نشان
طبع روشن پہ نہیں پوشیدہ احوال حباب

بحر امکاں کو سمجھتا ہی جو یہ موج سراب
چٹکیاں لیتی ہیں اُنکے دلمیں خود اُنکی ادا

صاف دل قانع بھی ہیں اور وضع کے پابند بھی
پیش خاصان خلم ابھی تو جینونکی ہے قدر

آج اک رشک قمر بھی ہے شریک بزم وعظ
کیا غرض ہمکو کسیکا عیب کیوں ظاہر کریں

غذہ آرایش کہاں تک وصل کی شب ہو چکی
منہ پہ بدشگیں دو لونکے چڑھ رہا ہے بار بار

ہر ادا کو اُنکی سکھلاتا ہے انداز قضا

آئینہ کر دیگا میرا حال اُن پر آئینہ
یہ بھی ہے جام جہاں بیں کے برابر آئینہ

بنگیا ہے آپ خود حیرت کا لنگر آئینہ
مضطرب ایسا ہے کردیتا ہی مضطر آئینہ

بے سبب گھر سے نکلتا کب ہے باہر آئینہ
دیکھتے تھے رکھکے زانو پر تمیز آئینہ

پرتو رخ سے ہیں محراب اور ممبر آئینہ
نکتہ چیں دکھلائیں گے زنگی کو لاکر آئینہ

چھین لوں گا ہاتھ سے اُن بندہ پرور آئینہ
خود سنبھل جائیگا جب کھائیگا ٹھوکر آئینہ

منہ لگا ہے آجکل جی سے گذر کر آئینہ

لوح قدرت سے مضامیں دلمیں لاتے ہیں نسیم
عکس افگن ہو رہا ہے آئینے پر آئینہ

آئیگا اب نہ میرے دل بیقرار ہاتھ
ہم بھی ہیں وہ بھی عاشق ابرو حضور کے

ہوں اسکے روکنے کیلئے گر ہزار ہاتھ
کھدوذرہ رقیبوں لنے ہو جائیں چار ہاتھ

ردیف تائے فوقانی

وله

ولہ

فرقت کی رات میں نفس جانفزای صبح
یک مژدۂ زندگانی و بوئے حبیب ہے

الفت میں شرط ہی نہیں شاہ و فقیر کی
جو تجھکو چاہتا ہے وہ میرا رقیب ہے

پروانہ کامیاب ہے ترک حجاب سے
سوز و گداز تجھکو عبث عندلیب ہے

ہے خطبہ خوان کہ باد بہاری ہی حکمران
ممبر جو شاخ گل ہے تو بلبل خطیب ہے

یہ سوچ ہے دوراہۂ امید و بیم میں
وہ راہ دور ہے کہ یہ رستہ قریب ہے

بوسے ہمیں تو غیر کو دیں اس نے گالیاں
یہ اپنا اپنا بخت ہی اپنا نصیب ہے

زر دیکے جنس عشق کو ہم مول لیتے ہیں
ہے درد سر بھی ساتھ یہ سودا عجیب ہے

اک میل سست ہی شب دیجور الامان
پھر آج سامنے وہ بلائے مہیب ہے

قبضے میں اپنی آہ کے آتش فشان ہے تیغ
گر داغ دل سے شعلہ سپر ان رقیب ہے

اٹوکے نہ جائیں ہم در گلشن پہ رات کو
گل بانگ عندلیب صدائے نقیب ہے

کیا ترک چشم مست سے دل کا مقابلہ
صید نحیف دام نظر سے قریب ہے

رنگ دوئی کو علاقہ نہیں ہرگز نہیں ہے دل
سایہ پہ بھی گمان ہے کہ اپنا رقیب ہے

پشت پا رنگ سایۂ گل سے بنا چمن
وحشت نہ کیوں ہو بات عجیب و غریب ہے

ہیں حشر میں بھی نالۂ دل ہی کے ساتھ ساتھ
شور جرس سے قافلہ اپنا قریب ہے

ضامن کے دم سے روشنی انجمن ہے آج
پھر شمع بزم ذکر جناب حبیب ہے

۱۴۵ سلام

جوش رحمت کو بھی آجائے گا انشاء اللہ
حشر میں پیش تو ہو فوج گنہگاروں کی
میکدہ چھوڑ کے جاتے ہیں کہاں رند سفیر
[illegible]

ولہ

[illegible]

ولہ

یاد مین ساقی کے اشکون کی جھڑی کتی نہین
موسم گرما مین بھی دیدہ مرا نمناک ہے

مخزن انوار اب کہنا اسے بیجا نہین
دل نہین انسان کا لوح طلسم پاک ہے

ساقیا صحن چمن مین بادہ خواری چاہیے
جوشش کیون کرنے ہو عین فصل تاک ہے

ہے یقین اللہ کا اللہ کو دیکھا نہین
کسقدر انسان مین بھی یان قوت ادراک ہے

تیرے پیراہن کو زیبا ہے گریبان بہار
جامۂ گل یار کا اترا ہوا اک تاک ہے

جھونککر بھٹی مین بدکار و نے اسکو بد کیا
خوشۂ انگور اپنی ذات سے تو پاک ہے

سجدہ گاہ لالہ و گل چاہیے بہر سجود
جانتے ہین سب اسے خاک شہیدان پاک ہے

بادہ حب علی سے مست ہے ہر دم سفیر
اسکی ہے طاہر ہے ساقی اوس کا ساغر پاک ہے

اپنے دعوے پہ نہین حاجت اثبات مجھے
نیگئی گور مین امید ملاقات مجھے

میری تقلید جو کرتے ہین مین خوش ہوتا ہو
کیا پسند آئے ہین احباب خوش اوقات مجھے

صبحدم ناز سے گلشن مین جو چلتی ہے نسیم
اسمین آتی ہے نظر تیری کوی بات مجھے

یار پہلو مین جو ہو لطف ہے مینحواری کا
وہ نہو گر تو خوش آتی نہین برسات مجھے

صبح نوروز کا دھوکا ہوا رخ پر تیرے
زلف کھولی تو شب قدر ہوی رات مجھے

عشق مین صبر رخونگی نہ یہ حالت ہوتی
روک رکھتا جو دہین عالم ذرات مجھے

ولہ

بوریا بھر تو جگہ ملتی حرم ہم فقر میں
نقش بندان تعلق کو تمنا رہ گئی

وار بھی تیغ زباں کا کیا انوکھا وار ہے
زخم دل تو بٹ گیا پر یاد ایذا رہ گئی

سرخرو ہو گئی زلیخا انہیں تیغ و ترنج
بات تیری نازنینوں میں زلیخا رہ گئی

جو صفا پر در ہے گوہر دیکھ سکتے ہیں اسے
مجھ سے کوسوں دور پیچھے موج دریا رہ گئی

تارک دنیا ہوے پر ہم کو شہرت کب ملی
گوشہ گیری میں ہوای بال عنقا رہ گئی

بٹ گیا آتے ہی بازیگاہ دنیا میں خیال
آنکھ یاں ہر ایک کی محو تماشا رہ گئی

قرب پاکوں کا کہاں اہل کدورت کو نصیب
دامن ساحل تلک آکر خاک صحرا رہ گئی

خم کدے لے نظم کے یاردل نے شیشے بھر لئے
ملگئی ہم کو بھی کچھ باقی جو صہبا رہ گئی

دل اکیلا راہ الفت طی کر لیگا تھی یہ شرط
حسرت اوس عاشق پہ حسرت جسکی تنہا رہ گئی

انتظار ساقی مہوش میں کب آتی ہے نیند
چشم حسرت ساغر مینا کی طرح وا رہ گئی

عزت و ذلت خدا کی ہاتھ ہی تشبیہ کی
لعل جب چمکا تو قدر سنگ خارا رہ گئی

گرم جولاں جب شب معراج تھی حضرت پیغمبر
دیکھتی روئے مبارک شہ کا دنیا رہ گئی

جوبن ابھرا ہے جوانی جوش پر آئی ہوئی
عیب پاکوں کا ذرہ بھی چھپ نہیں سکتا کبھی

بے نگہ کافر تری پھرتی ہے اترائی ہوئی
کاسہ چینی میں بال آتے ہی رسوائی ہوئی

ولہ

تاکید میکدے میں یہ پیرِ مغاں کی ہے
شب کو چراغ بادۂ روشن جلا کرے

بیٹھے ہیں ہم بھی طور پہ دِل کو سنبھال کے
خلوت سرا کا پردہ جو اُٹھے اُٹھا کرے

قاصد شبِ فراق میں جینے سے تنگ ہوں
گر وہ نہیں تو موت ہی آئے خدا کرے

نیرنگِ روزگار سے لیتا ہے سبق
اعمٰی وہ ہے جو چشمِ حقیقت نہ وا کرے

سائل تھے اوس کے در پہ صدا دیکے ہم چلے
اوس کا بھی ہو بھلا جو کسی کا بھلا کرے

کیا ہو دعا کہ گنبدِ بے در ہے آسماں
پائے وہی جواب جو کوئی صدا کرے

ساقی سے ہے ملال تو پیرِ مغاں سے رنج
رندوں کو گر رحیق مقطر ملا کرے

چھوڑے نہ بشر مجاز کو لے عشق راہِ حق
اِس ابتدا کی چاہیے یوں انتہا کرے

آنکھوں میں ہوں اشارے تو دل کو خبر نہ ہو
ثابت نہ ہو کسی پہ لگاوٹ خدا کرے

ہوتے وہ میرے غم میں سیہ پوش واہ واہ
ماتم شہیدِ ناز کا اُن کی بلا کرے

تبلاؤ نام چاہنے والے کا اے بتو
میں بھی دعا کروں کہ وہ تم سے وفا کرے

خالی کھنڈر ہیں قیصر و جم کی نشانیاں
عبرت کا ہے یہ حکم یہاں خاک اڑا کرے

تیوری چڑھا چڑھا کے نہ دیں آپ گالیاں
صاحب نہ بات بات پہ خنجر کھچا کرے

میخانے میں ابھی لب مے کا شکار ہو
کہدو سبو بھی ہاتھ اُٹھا کر دعا کرے

نازاں ہے باغباں زرِ گل کے خزانے پہ
غنچے کی کیا بساط ہے مٹھی تو وا کرے

شوخی بلا کی رنگ حنا میں ہے رات کو
جو اس طرف کی سن کے کسی سے ادھر دیکھے
دل کو چھپا چھپا کے یہ کہتی تھی اُس کی آنکھ
سنتا نہیں ہے کوئی نصیحت شباب کی
اے رشک تو بہار میں دیوانے شب
رو رو کے مانگتے ہیں دعا وصل یار کی
پہچانو بھی تم مجھے تو نہ آ دل میں دام میں
مینخانہ اپنا قلزم کثرت ہے آج کل
لکھتا ہوں جب پتے کی تو لگتی ہے آنکھ
وہ بھی خیال بادۂ کوثر سے مست ہے
آنسو ہے یوں مری نگہ ناتواں پہ بار
سمجھے اگر فقیر قناعت کو آبرو
ہے باغباں کو باغ میں الفت رگ گلوں سے

روشن نہ چھپنا خیمہ ترا نقش پا کرے
اللہ وہ جہان میں اُس کا بھلا کرے
معشوق وہ نہیں جو کسی سے وفا کرے
تا صبح سے کہ وہ ہوش کی اپنے بدا کرے
گل بھی چمن میں پیرہن اپنا قبا کرے
تم اپنی جانماز نہ کیوں کر رہا کرے
اللہ مجھ کو طالب رنگ حنا کرے
ساقی اپنا شراب ہمیشہ اڑا کرے
سچا ہوں میں کوئی مجھے جھوٹا کہا کرے
تیار ہوں شراب میں واعظ لکا کرے
جس طرح دست پیر میں لغزش عصا کرے
اب کفر ہے اس کا مصلا بچھا کرے
رہ کر چمن میں سبزۂ بیگانہ کیا کرے

لیں بادشاہ بڑھ کے تری نذر اے سفیر
تو مور ہو کے بزم سلیماں میں جا کرے

مٹے شباب کے ہمراہ شوق دل کے سفیر
لٹا چمن ثمر و اغدار باقی ہے

پہاڑ غم کا سر رہگذار باقی ہے
ابھی تو سر سے لئے انتظار باقی ہے

جہاں میں جبتلک اک بادہ خوار باقی ہے
اُمید رحمت پروردگار باقی ہے

طمع کو ابھی سمجھا سے بکارہ واژدل
اسی سے تیرے گدا کا وقار باقی ہے

نشانہ تیر نظر کا ہدف رقیب کو تو
ابھی تو دل مرے سینے میں یار باقی ہے

مٹے جو شاد تو اُن کی نشانیاں بھی مٹیں
کہیں کہیں کوئی نقش و نگار باقی ہے

ہزار بار جو وعدہ کرو نہ مانوں میں
تمہاری بات کا کب اعتبار باقی ہے

کرو نگار خم جگر کی ہیں آپ جراحی
کہ اُس کے سینے کو اشکوں کا تار باقی ہے

خم الست سے اک جام پیکے نکلے تھے
کہ سر میں آجتک اوسکا خمار باقی ہے

صبا اُسکی طرف لیچلی غبار مرا
موے پہ بھی ہوس کوے یار باقی ہے

کیگی دل کی کدورت بہشت کو دوزخ
جو ساتھ نفس پہ غبار باقی ہے

نفس کے جبر سے مجبور ہو نہ اے غافل
کہ تا بہ مرگ تجھے اختیار باقی ہے

سرہانے آگیے ہے ٹھہری ہوی اجل کب سے
کسی کا شاید اسے انتظار باقی ہے

سفیر آگ لگا دی تھی کسکے جلوے نے
کہ سنگ طور میں اتبک شرار باقی ہے

۱۵۵

کھلے ہیں گلشن جہاں میں حسن محبت کے
غبار دل مرا ابر بہار ہوتا ہے

فنا کے بعد بگولونکے ساتھ پھرتے ہیں وہ
تلف کہیں مرا مشت غبار ہوتا ہے

کمر لچک گئی سو بار شاخ گل کی طرح
نزاکت ایسی ہے چلنا بھی بار ہوتا ہے

میں آہ کرتا ہوں جب دم وہ تیغ کستے ہیں
یہ کس کا تیر کلیجے کے پار ہوتا ہے

وہ ماہ رو جو لگاتا ہے ٹھوکریں اکثر
چمک کے آئینہ سنگ مزار ہوتا ہے

نشانہ ہے عاشق تیر نگاہ صید افگن
پھڑک کے طائر جاں اب شکار ہوتا ہے

سحر کو لیتے ہیں ہم چشم مست کا بوسہ
شراب صبح سے دفع خمار ہوتا ہے

سفیر شوق ہے گر صید گاہ عشق میں چل
یہیں تو مرغ جنوں کا شکار ہوتا ہے

بے مئے ناب کے ساقی مجھے کیا کل آئے
ہو سیلاب بہار ہستی ہوئے بادل آئے

آتش عشق دبی ہے مرے سینے میں تو کیا
کہدو زردشت سے لیتا ہوا منقل آئے

بے مئے اب کے محفل کا مزہ کیا ساقی
ایک خالی ہوا گر دوسری بوتل آئے

اے پری ہو تجھے منظور جو آرائش تن
شال کشمیر سے کاشان سے مخمل آئے

دیکھے بالوں میں پروتے ہوئے موتی کسکو
اشک بھی آنکھ میں آئے تو مسلسل آئے

آپکی بزم میں غیر دل شیشے میں دبنے کا نہیں
تیغ چل جائے گی ابرو پہ اگر بل آئے

[illegible]

دیدار یار باعث تفریح دل بہ تھا
کسطرح لوگ اپنا بناتے ہیں آپ کو
اک ماہ کا ہے مصحف رخ جائے آئینہ
میخانے بھی عزیز ہیں حرم بھی ہیں سب عزیز
اللہ رے حرارت عشق ریر خیال

پھر کیوں ملی ہے چشم تماشا طلب مجھے
تبلائیے تو راہ پہ لانے کا ڈھب مجھے
ماہ صفر سے کم نہیں ماہ رجب مجھے
چھوڑو انکا پاس ہے توڑ دو انکا ادب مجھے
دق کر رہی ہے شیر کی صورت تپ مجھے

محروم کب غلام کو رکھیں گے اے شفیع
کوثر کا جام دینگے امیر عرب مجھے

اشراف سرنگوں نہیں رہتے رذیل سے
ظلم بتاں سے دہر میں مٹی خراب ہے
آتا ہے گر تو آئے اجل کو ہمیں خوف کیا
ہے حشر ڈھنگ شوخی رفتار دیکھکر
دامن ہمارا ہوئے گنہ سے نہیں ہے پاک
توڑا گدا کا کاسۂ دل اس نے بار بار
قاتل ہمارے جذب محبت کا تو نہیں
ست غرور یار ہے ابرو کمان جو ہے

کعبہ کبھی دبا نہیں اصحاب فیل سے
کعبہ ملے تو رہن پہ لیلوں خلیل سے
سو بار غش کرتی ہے تیرے علیل سے
فتنہ دوبارہا تری چشم کحیل سے
جنت میں چل کے دھوئیں اسے سلسبیل سے
لیتا نہیں کوئی زر زادان بخیل سے
اثقال کھینچے جاتے ہیں جر ثقیل سے
مانگیگا اسکا تیر بھی پر جبرئیل سے

اڑتا ہوا جہاں میں پھروں مثل گردباد
خواہش جنوں میں مجھکو جلائے وطن کی ہے
[illegible]

[illegible]

ہمسا بھی وحشت زدہ کنج قفس آن بیٹھی کوئی

ایک میں بھی بانکپن قد کا ترے دیکھا نہیں

زاہدا غفلت شعاری شیوۂ زنداں نہیں

مر گیا جب میں وہ یہ سمجھے کہ پیچھا چھٹ گیا

طائر رنگ پریدہ کس کے رو کے سے رکا

ہو برا دست تہی کا کیا گھٹا دی آسماں

لوٹتا ہے خاک پر تیرے ڈرا سکے لیے

کٹ گیا غیرت سے میں کی جس نے نفرت بھی

کون سنتا ہے مری گلشن میں نہیں کس سے کہوں

جو بدن میں رگ ہے وہ دام کف صیاد ہے

نوجوانان چمن میں سرو ہے شمشاد ہے

بند ہیں آنکھیں مگر دل میں خدا کی یاد ہے

ڈھونڈتا پھرتا ہے جو اُن کو مرا ہمزاد ہے

جب سے قید تعلق آدمی آزاد ہے

جام خالی کس طرح ہے دال لب فریاد ہے

تیرے قد کی یاد میں جن سایہ شمشاد ہے

جو کھچا مجھ سے میں سمجھا خنجر جلاد ہے

بات جو نکلی زباں سے نکہت برباد ہے

دشمنوں کے بس میں ہے کب تک سہے ایذا اسیر

یا علی فریاد ہے فریاد ہے

سبطین نامدار رسول کریم کے

گلشن میں بھی گئے تو نزاکت کو دیکھا

اک مہ لقا کے ساتھ ہمیں سیر بام ہے

پیش خدا نمازیں میں کیا طلب کروں

موتی ہیں گوشوارۂ عرش عظیم کے

وہ پھر رہے ہیں ساتھ چمن میں نسیم کے

جائیں گے کوہ طور پہ پیر و کلیم کے

حاجت نہیں سوال کی در پہ کریم کے

ہیں اگر ان کی طپش سے بار بدانگشت پر انگشتیں رخسار پر اک دانۂ اسپند بھی سادگی دل کی بھی ہے آئینۂ غیرت نما	اے جنون عشق کھلا نغمہ سنجی تو مجھے یاد ہے آپ تک وہ اعجاز رخ نیکو مجھے پھیر زباں سے اپنی وہ اک بار کھلے تو مجھے

ہے طلوع صبح میری رحمت حق اے سیفر
مشرقستان سعادت ہوگئے گیسو مجھے

ہے دلچسپی مجھے بوسہ میں خال روئے دشمن سے وہ رشک گل جو صحرا میں ہے بلبل میں قطار روئیں وہ ادارہ ہے انسان جسکو شوق ہرزہ گردی ہے حریصوں کو ملا حصہ نہ خوان نیکنامی میں بدی بھی کی تو نیکی بن گئی وہ حق میں اچھوں کے خدا تمکو نہ بھلائے کبھی ظلمت تشنو میں ہما ہو کر بھی کچھ بزم سعادت سے نہ پھل پایا بھادیتا ہے وہ بڑھکر جلادیتی ہے یہ گر کر بلا ہے دخت رز زاہد نہ جا میخانے سے ہو کر چلا مسجد سے جب وہ کوچۂ دلدار کی جانب	برنگ مہر داغ چمن رہا ہوں ہمہ کے خرمن سے ہزاروں قافلے اڑتے ہوئے آتے ہیں گلشن سے کوئی بہتر جگہ ہے گوشۂ عزلت میں مسکن سے گہر کب بچہ پیشل کو ملے دریا کے مخزن سے نمایاں عصمت یوسف ہوئی کھچاک دامن سے ملے سب کلبۂ تاریک کو کیا قصہ روزن سے وہ بلبل ہوں نکالا باغباں نے مجھکو گلشن سے ہمیشہ لاگ سیل و برق کو ہے آہ خرمن سے ترے اچھوں کو بھی اکدن اتروا لیگی تن سے میں رویا عید کے دن بھی گلے مل کے دشمن سے

پھندے میں پھنسا ہے مرغ زیرک	دل ہمسکو دیا بڑی خطا کی

ابرو کا رقیب بھی تھا عاشق
تلوار سفیر سے چلا کی

اس نے دیوانہ بنا رکھا ہے
حشر پر ہم نے اٹھا رکھا ہے

تیرے جلوے کو میری آنکھوں نے
سات پردوں میں چھپا رکھا ہے

اس قدر داغ محبت ہے عزیز
اپنا سر تاج بنا رکھا ہے

دل اس انگشت حنائی پہ فدا
اتنی سی بوند میں کیا رکھا ہے

جان دے دیکے بشر جاتے ہیں
موت میں کچھ تو مزا رکھا ہے

تبکدہ چھوڑ دل تسبیح ہے اے شیخ
ہیچ تیرا کعبہ میں کیا رکھا ہے

حسرت وصل ہے او پردہ نشیں
دل میں ارمان کو چھپا رکھا ہے

اے پری حلقہ گیسو نے ترے
مجھکو دیوانہ بنا رکھا ہے

والی ملک کی ہو عمر دراز
شہر کو شہر بنا رکھا ہے

کل ہی قاتل نے منادی کر دی
قتل کا حکم سنا رکھا ہے

تیرا جانباز کہیں ڈرتا ہے
سر تہہ تیغ جفا رکھا ہے

بہہ گیا آنکھوں سے خوں کہتے ہیں سفیر
اک رمق دل ہے بچا رکھا ہے

161

سنعون کی شان و شوکت خاک میں سب ملگئی
اونچے اونچے قصر مٹی کے برابر ہو گئے

ہاتھ خالی تو آئی بیکسی تو اسطرف
سنگریزے قبر پر پھولونکی چادر ہو گئے

لیکے جو نامہ گیا یاں سے وہ پلٹا ہی نہیں
پست ہمت اپنی نکرامی کے کبوتر ہو گئے

کشتہ ناز و ادا اس ٹھاٹھ سے آئے وہاں
دنگ اونکو دیکھکر سب اہل محشر ہو گئے

دست نازک سے جو اپنے یار نے افشاں چنی
تل ہتھیلی کے چمک کر وہ اختر ہو گئے

لیگیا ایماں مسلمانونکا وہ ہندوئے زلف
کافر اونکو اسقدر پوجا کہ کافر ہو گئے

سایۂ بال ہما کی بھی سعادت رہ گئی
بوریے پر بیٹھکر جب ہم تونگر ہو گئے

پائے جاناں کی لطافت سے ہیں حیراں آئینے
تھے جو پتھر فرش رہ وہ سنگ مرمر ہو گئے

نافۂ آہو میں چھپے جا جا کے نافے شرم سے
جب خطا کر وہ چلے رستے معطر ہو گئے

وصل میں بھی دسترس ہونے نہ پائی او چھیف
تکیے پہلو کے میرے سد سکندر ہو گئے

کعبۂ دل کو شوق کعبے کے صحرا یہ ہے
وسعت مشرب سے یاں میدان تھر ہو گئے

ہو مبارک فضل خالق سے ترقی بھی سعیؔر
آپکا فرماں شاہی آپ میجر ہو گئے

تاب رستم کو نہیں تیغ ادا کے وار کی
اوس ستم ایجاد کو حاجت نہیں تلوار کی

اسمیں ہے تصویر پوری ابروئے خمدار کی
نقد جاں دوں رونمائی میں نہ کیوں تلوار کی

کئی بار آج شیشہ کی کھائی مانگ کر بوسہ
وہ جب مستی میں سوئی جاگ اٹھی تقدیر سائل کی

مسافر ہوں عدم میں عمر کو پانے لالا ہوں
ابھی سے تیر ہیں آفت جھیلنی ہی پہلی منزل کی

پڑا ہے کارزار ان آرزو پر یاس کا شب خون
عجب حالت ہوئی ہے ہر ارمان کعبہ دل کی

تڑپ کر لے لیا قاتل کا بوسہ ادھر ہی تہمت
تو شمشیر بھی چمکی ہے کیا تقدیر بسمل کی

خدا کا شکر ہے پیدا ہوئے فرقے ہنوز ہم
تماشے کر رہے ہیں تین فرقے دین باطل کی

خوشی ہو رنج ہو ہر دم خیال گور ہی دلمیں
مسافر کو کشش کھینچے لیے جاتی ہے منزل کی

لب دریا بھی مجھ دیوانہ کا دل انتقال ہو گا
جنوں انگیز پاتا ہوں ہوا میں آج ساحل کی

خدا کے ڈر سے سلطان بھی اتنا الگ پھر
شباہت تاج شاہی میں ہے کیوں کشکول سائل کی

بہار آئے تو دو دن لینا قفس کی تیلیاں کہہ میں
کریں گی قینچیوں کا کام منقاریں عنادل کی

تڑپ یا لوٹنا بسمل کا کیا کہیے مسافت ہے
کیا کرتا ہے پیمائش زمیں کوئے قاتل کی

تڑپ جاتا ہوں ہر دم لن ترانی یاد کی سنکر
کہ برق طور بنجاتی ہے بیتابی مرے دل کی

ترے دیوانے کا گر ٹھوکری نے ہاتھ تھاما
تو جھک جھک کر قدم لیتی ہیں کڑیاں بھی سلاسل کی

گلا کٹنے نہ دیگی سخت جانی فائدہ کیا ہے
سعیر ایسا ہو کر جائے جو شمشیر قاتل کی

رکھتے ہیں مہر و ماہ بھی جوہر کمال کے
دونوں یہ آئینے ہیں جلال و جمال کے

[illegible]

[illegible]

ولہ

نظر آنے لگا کیا نجد کا میدان خالی
ہو گیا قیس سے شاید کہ بیابان خالی

کون ہوتا ہے ہدف اسکا مرے دل کے سوا
تیر ترکش سے کریگی صف مژگان خالی

اثر دست جنوں سے بھی بچا ہے کوئی
نہ گریباں مرا خالی ہے نہ داماں خالی

ابتلک وصل کی نوبت نہیں آئی ہے ہے
کیا گذر جائیگی یہ فصل زمستان خالی

یاد محبوب نہو حرص زر و سیم تو ہے
عشق سے رہ نہیں سکتا دل انسان خالی

کب ٹھہر سکتا ہے مقتل میں کوئی میرے سوا
جب وہ آئیگا تو ہو جائیگا میدان خالی

پھر بہار آئی مری نغمہ سرائی کیلئے
کر گئے باغ بھی مرغ خوش الحان خالی

کوچۂ یار میں عشاق اڑے رہتے ہیں
کہیں شیروں سے بھی رہتے ہیں نیستاں خالی

تیرے دیوانے کو صحت ہوئی ہوش آئیگا
سنگ سے رہنے لگے دامن طفلاں خالی

بوسۂ لب میں شفا رکھی ہے دیتا ہی نہیں
نسخہ لکھ دیتا ہے وہ عیسیٰ دوران خالی

زور پکڑا مری وحشت نے تو ہو جائیگا
کوہ فرہاد سے مجنوں سے بیابان خالی

حالت زار سے لیں زار کی سبقت بھی
تخت یوں کرتے ہیں اک آن میں سلطان خالی

بھادوں بنکر کبھی برسا کبھی ساون بنکر
ہو گئے ابر غرض کہ کبھی طوفان خالی

دل میں بیٹھا کوئی آکر تو غضب کر دی
نہ گئے سینے سے ظالم ترے پیکان خالی

گلشن میں کیوں نہ سنبل تر کا دھواں رہے	ہر جا ہے لالہ و گل سے لگی ہے آگ
بالائے خاک افسر نوشیراں رہے	ای چرخ تجھکو باعث الفت نہیں ہے

سب عمر کٹ گئی ہے سفیر انتظار میں

ہم شائق ظہور امام زماں رہے

کب پشت فیل مست پہ ایسی نشاں رہے	نالوں سے اپنے پست سدا آسماں رہے
ہر دم غبار راہ فرس میں نہاں رہے	ای شہسوار ساتھ تیرے جہاں رہے
شیطاں کا کیا وجود جو مہدی عیاں رہے	کیوں کر نہ ظلم عدل کے آگے نہاں رہے
یوسف بھی اس کنوئیں میں سے کارواں رہے	دیکھے جو تیری چاہ زنخداں کو ای پری
رہزن کسطرح کیوں نہ پس کارواں رہے	ہے نفس شوم دشمن ایمان و عقل و ہوش
ہر حال میں وہ تیغ رہے یا سناں رہے	تعظیم میں بھی قتل تو اضع میں بھی ہے ظلم
لیلا کے موت کہنے لگے تم کہاں رہے	مدت کے بعد آنکھ اجل سے ہوئی جو چار
بیکار ایک دن بھی نہ تیر و کماں رہے	دو چشم ترک نے نشانہ کیے عاشقوں کو دل
لوٹا کیے زمین پہ ہر دم جہاں رہے	پہلو میں اپنے طائر بسمل رہا ہے دل
کیونکر نہ مست ہر شجر بوستاں رہے	مستی میں اس نے دیکھا ہے گلزار کی طرف
ای صبر تیرے ساتھ رہے ہم جہاں رہے	ہونے دیا نہ دست نگر تو نے غیر کا

١٦٧

وہ ناز پر بھی وصل کی حسرت وہی رہی
دل خوں ہوا پہ چشم مروت وہی رہی
اس ساقی کریم کا شکوہ ہو کس طرح
میخانے میں بھی گرچہ صحبت وہی رہی
بستی میں گو کہ اختر طالع رہا مدام
اسیر بھی سر بلندی ہمت وہی رہی
صیاد نے قفس میں رکھا دور باغ سے

مجھسے جھگڑا ہوئے مضموں کہاں تک
تختۂ گلزار کا تخت سے شاہونکے کم نہیں
ہو نہ لگی ہے اب تو نصیحت میں مجھ کو بھی
رہتا ہے جو کہ ملک قناعت میں حکمراں
عاشق کے دلمیں ہے چھپاں نہ ہو دیدہ خرد
شاہ عجم سے مرتبے میں یہ بھی کم نہیں

جب سبزہ زار چرخ میری صید گاہ ہے
لالہ چمن میں چتر سر پادشاہ ہے
ناصح بھی مانتا ہے وہ جادو نگاہ ہے
ظاہر میں وہ فقیر ہے باطن میں شاہ ہے
نیچی نگاہ ہے کبھی ترچھی نگاہ ہے
ہدہد کے سر کا تاج کیانی کلاہ ہے

منکر جو ہو جمال محمدؐ کا اے نسیم
دنیا میں بھی وہ دین میں بھی روسیاہ ہے

میں ہوتا اوسکے گر مائل سعادت پیشوا ہوتی
سمن رویاں عالم میں اگر مہر و وفا ہوتی
قریب میکدہ مسجد کوئی ہمکو نہیں ملتی
محیط عشق میں بہتا ہوں نے پا بہ گل رہتا
وہ دنیا آنکھ میں سرمہ اگر دست حنائی ہے
نہ آتی یاد اوسکی ہم جو لیتے بوسۂ ابرو

بلا جو سر پہ آتی عشق میں بال ہما ہوتی
نسیم لطف سے نکلی ہر دل کی دوا ہوتی
کبھی یاد صنم ہوتی کبھی یاد خدا ہوتی
میں ساحل تک پہنچتا موج دریا رہنما ہوتی
رم آہوئے سنگیں شوخی رنگ حنا ہوتی
طواف کعبہ میں اکثر نماز اپنی قضا ہوتی

[illegible]

نہ آیا بستر میں بھی ہٹ تو دیکھو
سحر ہوتے ہی شبنم نے کیا کوچ
حقیقت منظر عارف میں ہو گی
عدو کو رکھو اسیر دام احساں
کہاں پاؤں کدھر ڈھونڈوں الٰہی
گلے کا ہار بنجاؤ نگا میں بھی
ہے ہمرہ حسرتوں کے نالۂ دل

میں جسکو ڈھونڈھتا ہوں وہ کہاں ہے
بستر میری میں دم کا مہماں ہے
فلک کا عکس دریا میں عیاں ہے
یہی زنجیر پائے دشمناں ہے
تو دل میں رکیے نظر دلسی نہاں ہے
اجل اب آ کے تو جاتی کہاں ہے
جرس پیچھے ہے آگی کارواں ہے

شفقؔ اب معتقد ہیں نظم کے سب
میرا اوستاد اوستاد جہاں ہے

ہم پر بھی ایک دن ہو عنایت جناب کی
کیا اب بھی وہ نہ آئینگے قاصد غضب کیا
زاہد کے دلمیں بغض ہے جام شراب سے
ساقی کی یاد میں ہیں رواں اشک چشم تر
غفلت میں حیف اپنی جوانی گذر گئی

دن آفتاب کا ہے تو شب ماہتاب کی
بیٹھی ہوئی ہے ڈاک مرے اضطراب کی
یہ شپرہ نہ دیکھیگا شکل آفتاب کی
گذریگی موج آب سے کشتی شراب کی
تعبیر ہم نے خواب میں پائی ہے خواب کی

[illegible]

جوبن ہے چاندنی پہ غضب کی بہار ہے | چلیے حضور سیر کریں ماہتاب کی

زنجیر فیل چرخ کی ہے کہکشاں ستمگر
ستک پہ کیوں رہے نہ سپر آفتاب کی

کی محتسب نے ضبط نہ بھٹی شراب کی | رشوت میں اشرفی جو ملی آفتاب کی

کرتا ہے دل سے دور حرارت شراب کی | تاثیر ہے یہ گریۂ چشم کباب کی

آسودگی ہوئی نہ سر فرش عافیت | برہم نشاط نے مری مٹی خراب کی

کبتک حضور داور محشر کھڑے ہیں | گم ہو گئی ہے فرد ہمارے حساب کی

اے سیکشو ملیگا نہیں ساحل نجات | ساقی کے ساتھ ہی کشتی شراب کی

منطق نہیں پڑی ہے نکیریں سے کہو | عادت نہیں ہے ہمکو سوال و جواب کی

مایوس یار سونگھ کے دل کیوں نہ ٹوٹ جائے | کیا اس سے تیز ہوتی ہے خوشبو گلاب کی

نفرت ہے فقر میں بھی یہ چرخ لئیم سے | انگو لگا ہو اگر بھی نہ کھلی سحاب کی

اے چرخ سفلوں کے موافق جو تو رہا | الٹی چلیگی بحر میں کشتی حباب کی

دلمیں رہے جو دل کی تمنا عجب نہیں | اللہ کو بھی حد بھی ہے ان کے حجاب کی

زاہد عزیز شعلہ ہے شرم گنہ سے آب | سوجھی اد ہے عذاب کی مجھکو ثواب کی

راز دل خلوت میں ہوئے کہنے کو تھا اونسے ضمیر
پڑ گئے ابرو میں بل تقریر آدھی رہ گئی

کوئی تو ہو کے زلیخا سا خریدار آئے
لیکے ہم یوسف دل کو سر بازار آئے

وصل کی شب بھی وہ کرتے ہوئے انکار آئے
برچھی تانے ہوئے کھینچے ہوئے تلوار آئے

شیر کی طرح سے غیر وہ جا پڑتا ہے
کیوں سگ کوئے صنم پر نہ مجھے پیار آئے

اک سہی قد کی محبت نے سرافراز کیا
شکر ہے اوج پہ اب طالع بیدار آئے

لڑکھڑانے لگوں میں اتنی پلا دے ساقی
دیکھ وہ جھوم کے بادل ہے گھٹا بار آئے

رخ رنگیں کی محبت نے گھسیٹا ہم کو
بلبل مست کی صورت سوئے گلزار آئے

نہ شریک اسکا ہے کوئی نہ کبھی ہوگا نہ تھا
ہم ازل سے یہی کرتے ہوئے اقرار آئے

خواب میں عرش کی زنجیر نظر آئی ہے
کیا عجب ہاتھ میں زلف سیہ یار آئے

کوچۂ یار میں ٹوکا کسی نے ہم کو
ہم کئی بار گئے اور کئی بار آئے

دل خوشی سے مرے سینے میں اچھلتا ہے سفیر
کنگ کوٹھی میں جو ہے شور کہ سرکار آئے

تم سلامت رہو رسوائی سے ڈرنیوالے
موت سے عاشق ابرو نہیں ڈرنیوالے

تیغ نظر وہ ہی ہیں دل لیکے گذرنیوالے
تیغ کے گھاٹ پہ ہیں ہم تو اترنیوالے

۱۷۳

کام آئیگی دوا اور نہ دعا کچھ اون کی
اچھے ہونگے نہ کبھی آپ پہ مرنیوالے

ولہ

آزمایش ہو چکی پھر امتحاں درکار ہے

چاہیے والیکا اُس کو ظرف عالی چاہیے
عشق بازی کیلئے ضبط فغاں درکار ہے

ملتے ہیں چوٹی کے مضمون آسماں پہ اتنے دن
فکر اعلے کیلئے کب نردباں درکار ہے

نوک مژگاں تیر ہے ستم ہو تو دل اسفندیار
آزمائش کیلئے تختہ کیاں درکار ہے

لاکھ قسمت میں ہو تیری ہے مگر تدبیر شرط
کشتی تقدیر کو بھی بادباں درکار ہے

منزل گور غریباں ہے وہ آسودہ مکاں
سقف کی حاجت نہ اُسکو سایباں درکار ہے

ہوں نظر پہ اُسکی مائل اُسکے ابرو پہ نثار
تیر ایسا چاہیے ایسی کماں درکار ہے

عاشقوں کی بھیڑ دم بھر کیلئے چھٹتی نہیں
ہے جو وہ یوسف ہجوم کارواں درکار ہے

اوہم خوبی پینگے چل کے دریائے شراب
کشتی مے کیلئے آب رواں درکار ہے

نجد کے میداں میں پہنچا دے جو اسکو قیس تک
ناقۂ لیلی کو ایسا ساربان درکار ہے

یہ بساط دہر کب تک کب تلک یہ زندگی
فکر عقبیٰ کر جو فکر جاوداں درکار ہے

رات بھر کی زندگی اس پہ بے ثباتی پہ یہ حرص
شبنم فانی کو رنگ بوستاں درکار ہے

بے اعانت کے کسیکا دہر میں نکلا نہ کام
دست حیدر کو بھی تیغ دو زباں درکار ہے

خشت خم بنجائیگی یا خشت مسجد ائے ضمیر
جائیگی مٹی وہیں اپنی جہاں درکار ہے

رہی چشمک ہمیشہ آسماں سے
یہ ہم ہیں با کہیں ایا کہاں سے

عجب کیا ہے کہ رنگ جہاں سے
زمیں بھی جا ملے اب آسماں سے
[illegible]
میں خود دیکھ [illegible]
وہ نسخے چھین لی میری زباں سے
سفر کرنا بہت آساں ہے [illegible]
طریقہ سیکھ لے عمر رواں سے
کہا میں نے ایک دن اُسنے جو پوچھا
خفا کیوں ہو سفر خستہ جاں سے
بہت جھنجھلا کے پہلے تو وہ سنکر
[illegible]

[illegible]

ولہ

[illegible]

تعاقب کر کے میرا اشک ہی تو
میں آگے آگے تھا عمر رواں سے

جھکا جاتا ہے پیری میں قد راست
الف میں دائرہ آیا کہاں سے

وہ تیر انداز آیا ہے چمن میں
گرے پڑتے ہیں طائر آشیاں سے

مقلد لکھنؤ والوں کے ہیں ہم
زباں آئی ہمیں اہل زباں سے

مزہ دیتی ہے کیا کیا وصل کی شب
کہانی میری اور میری زباں سے

خیال زلف میں ڈوبا ہیں آج
ملیں چوٹی کے مضموں آسماں سے

ہوا رسوا یہاں ٹکرا کے سر کو
لگی یہ آگ سنگ آستاں سے

نکلنے کو ہے جسم زار سے روح
جدا ہوتا ہے یوسف کارواں سے

ہمیں بھی دیجیے دو چار دشنام
سنا تھا پھول جھڑتے ہیں زباں سے

جو اپنے دل میں وہ قاتل خفا ہے
کھنچی ہے تیغ بھی مجھ نیم جاں سے

شریک درد و غم تھا اک دل زار
اسے میں ڈھونڈ کر لاؤں کہاں سے

مسیح و خضر خود بچتا رہے ہیں
ملا ہے پھل یہ عمر جاوداں سے

وہ توڑا دل کو میرے کر کے انکار
وہ نکلا تیر ظالم کی کماں سے

ہوئی ہے بیچ رستے میں ملاقات
یہاں سے میں چلا قاصد وہاں سے

ترے الجھے ہوئے بالوں میں ہے مانگ
یہ سیدھی راہ نکلی ہے کہاں سے

نصیب کہتے ہیں جسکو وہ وہی کام انت ہے

و لہ

آئینے خانے سے بڑھکر کوئی مکتب خانہ ہی
یہ سرائے دہر کیا ہے اک مسافر خانہ ہے
موج بادہ کی زبانپر بھی ہی افسانہ ہے

اپنی ہی صورت ادب آموز اپنی ہوگئی
آج وہ جاتے ہیں یاں سے چار جاتے ہیں کل
میکدے میں کون ہو وہ جو مجھے روتا نہیں

راہ پر شیخ حرم کو ہم لگا لیتے سفیر
کیا کہیں پر دور کعبہ سے بہت بتخانہ ہے

زمین اوڈھکے اگر آج آسمان سے ملے
وقت پہنچنے ہی کی دیر تھی وہاں کیا تھا
زبان سے بات جو نکلی تو وہ پرائی ہوئی
بھلا وہ درد محبت کی کیا دوا کرتے
جنون کا وادی وحشت میں دم غنیمت ہے
خوشی سے پھولتا جاتا ہے دل بھی شاعر کا
تلاش ہے دل گم گشتہ کی بہت مجھکو
اوجاڑ دیکھ کے گلشن کو یاد آئی بہار

ہمہ نیاز مرا اوسکے آستاں سے ملے
بڑے تپاک سے ہم اوسکے پاسباں سے ملے
یہ تیر وہ نہیں جو چھوٹکر کماں سے ملے
علاج ہو نہ سکا ہم کریم جاں سے ملے
رفیق خضر سا ہمکو بھلا کہاں سے ملے
مشاعرہ میں اگر وہ قدر داں سے ملے
اوسی کو ڈھونڈھ کے لائے کوئی جہاں سے ملے
چمن میں داغ ہزاروں ہمیں خزاں سے ملے

١٧٧

دیوان

خاک اوٹھتی نہیں رہ رہ کے لحد سے میری
چاک کر میری طرح تو بھی گریباں ای شیخ
ہائے جو لطف ہی خلوت میں وہ جلوت میں نہیں

مٹ گیا میر انشان یہ ہوس نام میں ہے
اک ذرہ کفر کی بو جامۂ احرام میں ہے
حشر میں دید ہے پر جلوہ گہ عام میں ہے

میر عثمان علیخان کے ملازم ہیں سفیر
نام اپنا بھی رستم لشکر اسلام میں ہے

تڑپ رہی رات کو مجھ میں جو اوس حسین میں رہی
بغیر جان لئے مجھ کو چھوڑتی کب تھی
لہو کی بوند تو اوچھلی رگ گلو سے مگر
نزاکت آ ہی گئی اوسکی آرسی مین بھی
جو میرے ساتھ ہوا دفن یہ دل بیتاب
کبھی نہ آنکھ اٹھا کر میری طرف دیکھا
کبھی نہ صاف ہوا عاشقوں سے دل اون کا
زمانہ ہو گیا پامال ترک تاز فلک

بل ابرو و نپہ ادہر وان شکن جبیں میں رہی
میں جب سے خلق ہوا موت بھی کمیں میں رہی
نہ بنکے داغ وہ قاتل کی آستیں میں رہی
جو اک زمانہ تلک دست نازنیں میں رہی
تمام رات قیامت بپا زمیں میں رہی
عروس بن کے حیا چشم سرمگیں میں رہی
تمام عمر گرہ زلف عنبریں میں رہی
ذرا بھی خاک نہ قبر سکتگیں میں رہی

۱۷۹

لگایا آئینے کیطرح دل سارے زمانے نے
تری تصویر عالم گیر مرقع میں حسین نکلی

پس پردہ صفیر زار کب تک اپنا سر پھوڑے
نزاکت اوسکی ہمدم اور عصمت ہم نشین نکلی

وہ خطا سے ہوے برہم تو خطا اور ہوئی
کہ مزا اور ملا جب کہ سزا اور ہوئی

لڑکھڑاتے ہوئے میخانے سے نکلے میکش
کھائی ٹھنڈی جو ہوا لغزش پا اور ہوئی

تاک کر دلکو مرے پھیر لی ظالم نے نگاہ
ناوک انداز سے یہ ایک خطا اور ہوئی

آپکے نامہ و پیغام سے کیا ہوتا ہے
صرف اتنا ہی کہ تسکین ذرا اور ہوئی

کرکے پچتاے حریف ستم آرا کا گلہ
دل سفاک میں کمبخت کی جا اور ہوئی

اوس کے ہاتوں کے سوا اور نہتھی کوئی جگہ
تو حنا خلق میں انگشت نما اور ہوئی

دام گیسو سے جو نکلا تو طرہ بند ہوا
دل ناداں کو مرے ایک سزا اور ہوئی

سخت جانی کا مرے حال کسی سے جو سنا
برش خنجر سفاک سوا اور ہوئی

مہندی ملکر یونہیں سفاک تھی کیا کم تری ہا
اوسپہ رنگینی خون شہدا اور ہوئی

کیوں نہ ممنون رہوں گرد کدورت کا صفیر
مرے آئینۂ خاطر کو جلا اور ہوئی

دل میں مجھے یاد رفتگاں ہے
جو اشک ہے آنکھ سے رواں ہے

جو عہد کیا تھا وہ کہاں ہے
کچھ تم کو خیال مہرباں ہے

گردوں سے بھی مانگ لو ستم کچھ
منظور جو میرا امتحاں ہے

جینے نہیں دیگی ناتوانی
جو دم ہے وہ دم کا مہماں ہے

پروانوں کو دیکھکر وہ بولے
یاں بھی ہجوم عاشقاں ہے

گیسو کو سمجھتے ہو تم اپنا
وہ بھی مری آہ کا دھواں ہے

کیا اوس کے لئے دعا کروں میں
جو بات نصیب دشمناں ہے

کیوں درد کا حال پوچھتے ہو
کیا تم کو بتاؤں میں کہاں ہے

شکوہ پہ رقیب کے وہ بولے
کمبخت بڑا ہی بدگماں ہے

قطعہ

دیکھا جو ہلال کو یہ سمجھا
کھینچے ہوئے تیغ آسماں ہے

وہ آئینہ خانے میں یہ بولے
حیرت ہو کیوں عجب مکاں ہے

یوسف کیطرح نہیں اکیلا
یاں بھی مرے ساتھ کارواں ہے

کیا کم ہے سفیر تجھکو یہ فخر
آصف کا وزیر مہرباں ہے

تاروں کے چمن کو بھی خزاں ہے
قطعہ
اجڑا ہوا باغ آسماں ہے

[illegible]

ولہ

[illegible]

مجھ سے بڑھکر دل پہ داغ نیلوفر کے
بھولے بھٹکے ادھر آجاؤ مری سرکی قسم
دفن ہو کر دل بیتاب نے آفت ڈھائی

سلسلہ گلمیں کبھی اپکے داماں میں کبھی
گرم پہلو بھی تو ہو فصل زمستاں میں کبھی
ایسی ہلچل تو نہ تھی شہر خموشاں میں کبھی

مطمئن ہے مرا دل کیا صفت کنج قفس
شیر ایسا نہیں دیکھا ہے نیستاں میں کبھی

محو شکار آج جو وہ مست ناز ہے
واعظ تجھے شراب سے بھی احتراز ہے
میں سچ کہوں مجھی تو گناہوں سے بنا ہے
بھر دے دُرِ مراد سے دامن تو کیا عجب
اک نوجواں کا عشق بہانہ ہے موت کا
ٹوٹا نہ حسرتوں کا کسی روز سلسلہ
کیا کیا بگڑ بگڑ کے بنا ہے شب وصال
زلفیں سنبھالوں رخسے تو یہ ذکر چھیڑئے
سنتا ہوں شیخ حج کو اکیلا نہیں گیا
ٹوٹا مگر نہ آئی صدائے شکست تک

پھندا اجل کا حلقۂ زلف دراز ہے
اسکا بھی ہے یقین کہ در توبہ باز ہے
بندہ نوازیوں پہ جو وہ بے نیاز ہے
خواجہ ہمارا خواجہ بندہ نواز ہے
اے پیر چرخ تو بھی ٹھٹھا حیلہ باز ہے
طول امل بھی خضر کی عمر دراز ہے
بخت سیہ بھی سایۂ زلف دراز ہے
تھوڑی ہے رات ہجر کا قصہ دراز ہے
ہمراہ اُسکے قافلۂ حرص و آز ہے
اپنے دلِ شکستہ پہ بھی مجھکو ناز ہے

[illegible]

عاشقوں میں اُن کے سو دفتر ہیں ہم
ابتدا ہی میں ہمارا نام ہے

شاد کرتے ہیں تخلص جو سفیر
ہاں کشن پرشاد اُن کا نام ہے

سختیاں سہنے کی خاطر جان ہے
ایک دل سو دکھ خدا کی شان ہے

دل کا دیدینا کوئی آسان ہے
فائدہ اُن کا سراسر نقصان ہے

کیا تمنا وصل کی اُنکی کروں
جو نہ نکلے گا یہ وہ ارمان ہے

کیوں نہ رکھا ہم نے اُنکا خیال
عشق بازی میں بڑا نقصان ہے

دیتے ہیں جب بر جبیں ہو کر جواب
منکے فرمانے میں کیا نقصان ہے

اپنے عصیاں کی نہیں کچھ مجھکو فکر
جس کا بندہ ہوں وہ رحمٰن ہے

منتخب کر لیں گے سو میں ایکو
اچھی صورت کی ہمیں پہچان ہے

دیکھیے مشکل ہے الفت کا نباہ
دل کا لے لینا بہت آسان ہے

دل کی حالت اُس پہ کب ظاہر نہیں
جانتا ہے وہ مگر انجان ہے

کیوں پریشاں وصل میں ہو اس قدر
خوف کس کا تم کو سفیر جان ہے

نیچی نظروں سے وہ کرتے ہیں شکار
اس ادا پر اک جہاں قربان ہے

غیر نے اُنکو سکھائے ہیں فریب
آدمی کا آدمی شیطان ہے

ولہ

ولہ

بالیں سے وہ اُٹھیں تو ہم آغوش اجل ہوں
ہیں غیر بھی استاد جو چالاک ہے
رہ رہکے اُٹھاتے ہیں نقاب رخ روشن
ہم نشہ کی حالت میں بھی ہیں وضع کے پابند
وہ کہتے ہیں ہر وقت کہ میرا ہی کہا ہو
ہونٹوں تلک آ آ کے پلٹ جاتا ہے مطلب

وہ آئی تو یہ جان نکلنے نہیں دیتے
رنگ اُنکی طبیعت کا بدلنے نہیں دیتے
کیا خاک میں سنبھلوں وہ سنبھلنے نہیں دیتے
قابو سے طبیعت کو نکلنے نہیں دیتے
میں کہتا ہوں میری کوئی چلنے نہیں دیتے
وہ بات مرے منہ سے نکلنے نہیں دیتے

جنت میں بھی رہتا ہے سفیر اُنکا تصور
حوروں سے بھی دل میرا بہلنے نہیں دیتے

جو رتبے میں دونوں برابر نہ ہوتے
گواہ اسپہ ہوتی نہ قرآں کی آیت
نہ ہوتی یہ فیض گر ذات ان کی
نہ ہوتی اگر ان میں قدرت خدا کی
ضلالت کی ظلمت میں تھی ساری دنیا
نہ ہوتی اگر خلق ذات محمد
جو نور نبی جلوہ افگن نہ ہوتا

علی جانشین پیمبر نہ ہوتے
اگر آپ نفس پیمبر نہ ہوتے
قیامت میں ساقی کوثر نہ ہوتے
نصیری خدا کہکے کافر نہ ہوتے
اگر احمد پاک رہبر نہ ہوتے
نہ مہر و افلاک و اختر نہ ہوتے
تو یہ دونوں عالم منور نہ ہوتے

عشق کی سرکار سے جاری یہ فرماں ہو گئے
آج اے بلقیس ہم بھی سلیماں ہو گئے

ذرّے افشاں کے چمک کر ماہ تاباں ہو گئے
اختر دنداں جاناں صبح خنداں ہو گئے

خاطر سنگین جاناں سے بنا کعبہ تو کیا
اک غبار دل سے یاں لاکھوں بیاباں ہو گئے

یا اک ابرو کماں کی صورت کا باعث ہوئی
خار تلووں کے مرے پہلو میں پیکاں ہو گئے

گردش چشم سیہ سے بس گئے صبر و قرار
یہ جواہر سرمۂ چشم غزالاں ہو گئے

بغض و کینہ سے ہوئی ہے شاید انساں کی سرشت
چار دیوار عناصر میں یہ پنہاں ہو گئے

وامق و فرہاد کے اب جانشیں ہم کیوں نہ ہوں
چل بسے اہل جنوں خالی بیاباں ہو گئے

آئینہ رو حیراں ہوا یہ بے نقابی سے یقیں
حسن کی بے پردگی سے خود بھی حیراں ہو گئے

خانۂ اہل کرم کی شان ہے آفاق میں
جو مسافر آ رہے اس گھر میں مہماں ہو گئے

شہسواری کی جو کی تعریف پچھتانا پڑا
عاشقوں کے سر اُسی دم صرف چوگاں ہو گئے

درد اتنا بڑھ گیا دل کا کہ درماں بن گیا
مر مٹے جب اُن پہ ہم جینے کے ساماں ہو گئے

نقش نے جس دم دیا وحشت میں مجھ وحشی کو تنگ
خار صحرائے جنوں داماں بہ داماں ہو گئے

عشرتستان شہادت ہے دل پرخوں مرا
لالۂ داغی بھی تابوت شہیداں ہو گئے

گرمی عشق بتاں سے العطش عاشق کہیں
محشر لب تشنگاں چاہ زنخداں ہو گئے

عشق گیسو میں گھوں میری حقیقت کیا بھلا
دیو بھی اس جن کے سایہ سے گریزاں ہو گئے

عارف نے تو چشم حقیقت نگر ملی
دیکھی لہو کی دھار تو غش کھا کے گر پڑے

چھپتی نہیں ہے شے کوئی نزدیک دور کی
بسمل کے ساتھ خیرہ نہیں ہے حضور کی

دست سبو گلے میں ہے اور پائے خم پہ سر
پروا ہے کب سفیر کو زانوئے حور کی

ولہ

ہم نبرد آج تو ہوں آپ کی محفل والے
دیکھوں کیسے وہ سپاہی ہیں بڑے دل والے

دم نکلنے کو ہے بسمل کا بڑی حسرت سے
دل کو تھامے رہیں ہمسایۂ قاتل والے

نزع میں موت یہ کہتی ہے اُٹھاؤ بستر
منتظر آپ کے ہیں گور کی منزل والے

چشم آئینہ میں ہے آج غضب کا جادو
چھپنے جاتے ہیں سر بزم مقابل والے

جرس قافلۂ شہر خموشاں ہے خموش
کیسے چپ چاپ چلے جا رہیں منزل والے

دو قدم ناقے سے آگے ہیں قدم مجنوں کے
اک نظر دیکھتا جا پردے سے محمل والے

غرق گرداب محبت ہوئی کشتی اپنی
کیا سبکسار نظر آتے ہیں ساحل والے

بن گئے یہ بھی رقیب آج مجھے حیرت ہے
آئینہ آرسی دونوں تری محفل والے

گرہ خاطر صیاد کہیں کھلتی ہے
غنچہ ساں ہم بھی ہیں اک عقدۂ مشکل والے

اے مسیحا تری فرقت میں ہوا کام تمام
کہیں بچتے بھی ہیں بیمار دقِ سل والے

ہم بھی دل تھامے ہوئے سیر چمن کو نکلیں
گوش زد ہوں کہیں نالے تو عنادل والے

فصل بہار آگئی لو سب کشو نوید
مینخانے تک پہنچ گئے ہاتھی سحاب کے

ہر سال اے بہار تو ہے ابنی مہماں
آتے نہیں ہیں حیف گئے دن شباب کے

اٹکھیلیاں نسیم کی دریا میں دیکھیے
آگے ہے موج گے کبھی پیچھے حباب کے

وہ مہروش جہاں ہے وہیں اپنا ہے مقام
جس طرح دھوپ ساتھ چلے آفتاب کے

حیدر رسا جانشین کہیں ملتا ہے ای تقیر
بھائی بھی ہیں حضور رسالتماب کے

پیر مغاں سے دور ہیں ساغر شراب کے
آتے نہیں ہیں پاس مسیح آفتاب کے

آشوب دہر بنگئے فتنے جناب کے
سائے یہ کھیل ہیں نگہ نیمخواب کے

گردوں تلک ہے اشکوں کا پانی چڑھا ہوا
رومال عاشقوں کے ہیں ٹکڑے سحاب کے

بحر جہاں میں ایک نفس کی نہ رکھ اُمید
لغزش بہانہ جو ہے عقب میں حباب کے

روشندلوں کا قرب ہے ہر ایک کو پسند
کیوں کر زمین گھومے نہ گرد آفتاب کے

خالق نے لکھدیا ہے مری دل میں رازِ عشق
ساتوں فلک ہیں سات ورق اس کتاب کے

سو جائیں گے وہ جب تو سناونگا داستاں
قصے بیان خواب ہی ہیں رنگی خواب کے

صیاد خود اسیر محبت ہے آجکل
بچھے ہوئے ہیں دام میرے اضطراب کے

ریگ رواں کبھی ہو نہیں آب رواں کبھی
سکتے ہیں بحر و بر میں مرے اضطراب کے

وہ مشتری خصال جو مائل برقص ہو
زہرہ بھی اُسکے پیچھے کھڑی ہو کے تال دے

ساقی تجھے قسم ہے جناب امیر کی
پانی مرے گلے میں اسیوقت ڈال دے

کوشش کروں پہنچنے کی میں بزم ناز میں
گر اذن مجھکو اُسکا جلال و جمال دے

دربان یار بھی ہے جہانکا چھٹا ہوا
ایسا نہ ہو کہ ہاتھ گریباں میں ڈال دے

بوسہ دیا جو خال کا میں نے یہ کی دعا
اسکا صلہ بہشت میں تمکو بلال دے

رفتار اسکی بھی ہے زمانے کی طرح پست
ممکن نہیں فلک مجھے اوج کمال دے

واعظ یہ اُسکی شان کرم سے نہیں بعید
دے مجھکو خلد تجھکو جہنم میں ڈال دے

شیخ حرم کو مرد میں سمجھونگا جب سفیر
بتخانے سے تو آکے مجھکو نکال دے

ولہ

۱۹۱

خندۂ برق طیاں سے کیوں نہو الفت مجھے
یاد آجاتی ہے اک ہنستی ہوئی صورت مجھے

پاؤں جب ٹوٹا تو حاصل ہوگئی دولت مجھے
تخت تیموری ہے اپنا گوشۂ عزلت مجھے

اپنے دیوان کو کہوں کیونکہ نہیں گلزار نظم
جامۂ رعنائی ہے یہ جامۂ شہرت مجھے

ہجر کی شب دم گھٹا جاتا ہے لیکن کس سے کہوں
موت بھی کہتی ہے آنیکی نہیں فرصت مجھے

فصل نائے و نوش ہے پھر آگئی فصل بہار
پھر چمن میں ہو گی دست تاک پر بیعت مجھے

صحبت پاکان سے پیر میکدہ ہوں گی نصیب
میکدہ میں لے چلی ہے پاکی نیت مجھے

سب بچھڑے ہیں نہ مرے جیا تک کوئی کہیں سفیر
مجھ کو ہے عباس غضنفر کا الحاظ

ولہ

ماہ جبیں جمال ان جمال کی بادی یار ملال کی
نازک ہے آپ تصلحت بھی بڑی دو الجلال کی
چین سے نہ وہ بے قدر ہے یار نہ کبھی اکلال آپ کی
ہے قدر عید پر گیا ہے مری دو بیاب مشغال کی
تم سنا ہ سے مری عرض الفعال کی
بیچ وہ بھی سر کو جو نہ وحشی کے دہیان میں
پیچیم تیرا یار ہے جیبک غزال کی
جو کا ملقد آنکھ ہے ہیر ہستی کی ہر کیا میں
[illegible]

گرتے نہیں کنویں میں جہالت کروہ کبھی	پیرو رہے جہاں میں جو عقل سلیم کر
اُن کا جہاں قیام ہمارا وہیں مقام	کوچے میں جا رہیں گے محمد [illegible]
بستر پہ لوٹ لوٹ کی کاٹی شب فراق	پہلو کر [illegible] گئے شعا[illegible]

طالب ہے تو بھی دید کا اسکو بھی [illegible]
جس نے **سفیر** ناز اٹھا[illegible]

اشک سے دیدہ پرنم رہے کیونکر خالی	اک [illegible] سر چشمہ [illegible] خالی
کام آئی نہ حکومت نہ ظلمات میں کچھ	آج [illegible] بخت سکندر خالی
نرگس و نیلوفر یار نے سب چھین لیا	ہو [illegible] نہ طارم اخضر خالی
اشک خوں روتے ہیں ساقی تری فرقت مدام	مئے گلرنگ سے رہتے نہیں ساغر خالی
تیرے گیسوئے معنبر کی کشش جب سے سنی	غار کوڈر کے کیا کرتے ہیں اژدر خالی
ہائے افسوس نہ نکلا ابھی کچھ دل کا غبار	روتے روتے کیا آنکھوں نے سمندر خالی
لالہ روشنکر داغ دل دیوانہ ہے پر	کیا کروں لیکے چمن میں مئے احمر خالی
روح گھبرا کے جو نکلی تو جسد نے یہ کہا	کس پہ تو چھوڑ چلی ای میری جان گھر خالی
عاشق خال تری پیتے ہیں گلشن میں شراب	کو کناروں میں کیا کرتے ہیں ساغر خالی
اتبلک نعمت دیدار سے سیری نہ ہوئی	وہ گدا ہوں ترے سودے سے نہیں سر خالی

ہے روز وصال [illegible]
[illegible] سے ٹوٹا دل [illegible] ہمارا لنگا
بیچاری [illegible] کا نہ ہوتا تو وہ کیا
[illegible]

چاروں طرف سے نور تھا ہر شے میں جلوہ گر
آنکھوں میں شکل پھرتی ہے روز وصال کی
کیوں آنکھ تر نہ ہو دل غم گشتہ کے لئے
یعقوب کو خبر نہیں یوسف کے حال کی
ابروی عنبریں بھی ہے ممنون حسن دوست
ہے نور آفتاب سے رویت ہلال کی
ساقی کے التفات سے ہو میکشی
ہے اپنا ضبط مہر زبان سے
دشمن بھی داد دیتے ہیں [illegible]

کیونکر [illegible] قدر اپنی چال کی
[illegible]
قاضی بنا [illegible] حال کی
تصویر ہے [illegible] جلال و جمال کی
[illegible]

اشراق کا جو علم فلاطوں کو آگیا	تھی وہ بھی روشنی مری بزم خیال کی
دل ایک قطرہ خوں ہے کہاں تاب لائیگا	اللہ کے جلال بتوں کے جمال کی

ابروئے یار باعث شہرت ہوا سفیر
اس پنجہ سے قدر بڑھی ہے ہلال کی

مٹی پلید چرخ نہ کر مجھ نحیف کی	کچھ حد بھی ہے ترے حرکات سخیف کی
کشت امید دل میں ہمیشہ ہری رہی	مانع نہیں ہے ربیع و خریف کی
مفتی کو میکدے میں تو آنیدو میکشو	لیتا ہوں اب خبر میں مزاج شریف کی
میں ابتدا ہنسی کی ہوا اُنکی بزم میں	کبتک رہیگی کند طبیعت ظریف کی
اچھے ہوں قافیے تو چمکتی نہیں غزل	ہر وقت پیروی ہے مقدم ردیف کی
دل کو وہ غم کے بوجھ سے کیوں بکر رہ نجائے	تبلاؤ کیا بساط ہے عضو ضعیف کی
افعال بد جو سفلوں سے سرزد ہوں کیا عجب	مٹی بھی ہے پلید زمین کسیف کی

رزق حلال دیتا ہے مجھکو مرا کریم
کیا بات ہے سفیر غذائے لطیف کی

بحر متواج کو حیرت ہوگی	یوں رواں اپنی طبیعت ہوگی
نہ مشرب ہوں ریاضت ہوگی	موج مئے نشۂ وحدت ہوگی

اس بت ... کی الفت میں کلیسا بھی گئی [illegible]

[illegible] وہ [illegible] بنا طالب ہوئے

ولہ

[illegible]

دل سے پیکاں نہ نکالے کوئی | اس کی ایذا مجھے راحت ہوگی

نہ رہے شیشۂ دل رکھ ساقی | طاق میخانہ کی زینت ہوگی

پاک کیا ہے وہ مولود سیفیؔ
جس کی کعبے میں ولادت ہوگی

ہم پہ مائل وہ ہوئے ہم اُنکے طالب ہو گئے
عشق اتنا بڑھ گیا ایک جان دو قالب ہو گئے

تخت پر اپنے جگہ پیر مغاں نے دی ہمیں
پیکے مئے ہم صاحب والا مناقب ہو گئے

کرم خوردہ نسخۂ دل لائق تفسیر تھا
فوت حسن و عشق کے سارے مطالب ہو گئے

کاسۂ زانو پہ سر ہیں دیکھا وصوفی ذرا
میکدے والے تھے جتنے سب مراقب ہو گئے

وصل کی شب روشنی گھر میں مری پھیلی ہی
ذرے اضشا کی چمک کر نجم ثاقب ہو گئے

اسم اعظم ایک رکھتا ہے سیفی کا اثر
جب لیا نام علیؑ دشمن پہ غالب ہو گئے

ہم مرا حصہ بھی اُنمیں یہ نہ سمجھیں اہل فارس
تھے مضامیں جتنے صرف کلک صائب ہو گئے

دشت غربت میں مری ہمت مرے ہمراہ تھی
خضر تھوڑی دور دیکر ساتھ غائب ہو گئے

جان آسانی سے نکلیگی نہ ہو گر حرص زر
بوالہوس کیوں ملتفت دنیا پہ راغب ہو گئے

کوچۂ جاناں میں ایسی ناموافق تھی ہوا
راہ کی جادے مجھے ابروے حاجب ہو گئے

ہیں مصلے چار کعبے میں مگر ہے غور شرط
بس وہی اچھے ہیں جو حق بجانب ہو گئے

ہمارے نہ نانا کچھ کا عشق ہیں سب کو [illegible]
وہ دل [illegible]
[illegible]
منفعت میں تو نے [illegible]

ولہ

تو نے بھی چاندنی نکالی ... دکھائی ہوئی
ایک شب ماہ میں کو نظر آئے دو چاند
[illegible] تیری طرف ساری خدائی ہوئی
[illegible] بھلائی بھی جو کرتا ہو برائی ہوئی
[illegible] شان گدائی ہوئی
[illegible] زخم سے آئی ہوئی
[illegible] تلوار لگائی ہوئی

محفل غیر میں ہر وقت برہنہ روئی
مجھ سے سفاک تجھے شرم تو آئی ہوتی

چھان ڈالا تری وحشی نے نیستاں سارا
نہ ملا شیر سے وحشت میں کلائی ہوتی

چھوڑ دیتا بھی جو صیاد تو پھر دام میں تھا
جیتے جی قید سے کب مجھکو رہائی ہوتی

فیصلہ تو نے کیا بیچ میں پڑ کر ای تیغ
حشر تک مجھمیں نہ قاتل میں صفائی ہوتی

شوق نے بوسونکے محبوب حسینوں میں کیا
نہ طلب کرتا نہ دیتے نہ گدائی ہوتی

غیر کی طرح سے مجھپر بھی انہیں رحم آتا
شکل یہ وینکی جو میں نے بتائی ہوتی

قبر عاشق پہ جو وہ فاتحہ کو آجاتے
روح مرحوم کی پھولے نہ سمائی ہوتی

کشتہ ابروے خمدار ہے مشہور سفیر
قبر پر آپ نے شمشیر چڑھائی ہوتی

شعلہ رو جلد ہی چھڑا کاجل کا دھبہ گال سے
برق بھی منہ پوچھتی ہے ابر کے رومال سے

پھر فروغ مردم دیدہ ہوا اُسکے خال سے
یہ توقع ہے عروج کوکب اقبال سے

ہر گھڑی دوڑا ہوا جاتا ہوں صحرا کیطرف
ای جنوں تنگ آگیا دل اپنے استقبال سے

سارے عالم کے گنہ ملکر ہیں میرا اک گناہ
حشر میں کیا منہ دکھاؤں زشتی اعمال سے

سبعہ سیارے پر اپنے ای فلک نازاں نہو
دیکھ یاں گیارہ ستارے ہیں نبی کی آل سے

سجدہ روزوں میں ختم ہونیکو ہے اب ماہ صیام
سیکڑے آباد ہونگے غرۂ شوال سے

دوستی میں تری دونوں کو رہا رشک سدا
سچ تو یہ ہے کہ ترا اور ٹھکانا ہے کہاں
جتنے ادھر ادھر پھیر کے وہ بزم میں مٹھ لگے نہ کیوں

شانے کو آئینے سے آئینہ کو شانے سے
بیکسی تو نہیں جاتی مرے کاشانے سے
برچھیاں چبھتی ہیں دل میں مرے افسانے سے

گھر کی بھٹی ہے سفیر اپنے گھر انیکی شراب
مست ہوں ساقی کوثر ہی کے میخانے سے

کس تیر نظر کا ہے بسمل کئی دن سے
آباد ہے پھر کوچۂ قاتل کئی دن سے
اسکو بھی کیا عشق کر ہمایہ نے گوہر
شاید کہ سفر ہو تو عدم ہی کا سفر ہو
کی عشق میں محنت تو ہوا شہرۂ آفاق
کیا جیشوں کو اپنے رہا کر دیا اس نے
گر آئے مسیحا تو اسے نبض دکھاؤں
بیکار نہ بیٹھیگا ترا جذب تعشق
لیلیٰ کے تصور کو بھی پر لگ گئے مجنوں
اب کام شیر یفو نکا نہیں بزم میں انکی

رہ رہ کے پھڑکتا ہے مرا دل کئی دن سے
بسمل پہ گرے پڑتے ہیں بسمل کئی دن سے
ہے در یتیم آئینۂ دل کئی دن سے
آتی ہے نظر خواب میں منزل کئی دن سے
انگشت نما ہے مرا دل کئی دن سے
آتی نہیں آواز سلاسل کئی دن سے
ہے خون جگر اشکوں کی شامل کئی دن سے
ہے پر گنہ حسن میں حائل کئی دن سے
محمل میں نہیں صاحب محمل کئی دن سے
ہوتے ہیں وہاں جمع اراذل کئی دن سے

۱۹۷

دیوان سفیر

۱۹۰۰

شامت مری مرا خطِ تقدیر ہو گئی
کیا یہ بھی سادہ لوح کی تدبیر ہو گئی

پہونچی ادھر سے [illegible] تو دل پھر الگیا
جو زلفِ یار عرش کی زنجیر ہو گئی

واعظ سے ربط پیر مغاں کے خلاف تھا
ناقابلِ قبول یہ تقصیر ہو گئی

مرنے کے بعد بھی نہ رہے نیک نام ہم
کوچے میں اوس کے لاش بھی تشہیر ہو گئی

جھڑک دیا جواب تو میں قتل ہو گیا
تیوری چڑھی ہوئی تری شمشیر ہو گئی

پردے سے جھانکنا وہ مجھے یاد آ گیا
بجلی چمک کے آپ کی تصویر ہو گئی

جو کچھ کہا تھا اوس نے وہی پیش آ گیا
ناصح کی بات خواب کی تعبیر ہو گئی

وہ راستہ نہ بھولی ہوں گھر کا مرے کبھی
کیوں آج اونکے آنے میں تاخیر ہو گئی

دوزخ بنے گا میرے لئے آٹھواں بہشت
حامی جو شرم ساری تقصیر ہو گئی

بالیں پہ اشک وہ بھی بہاتے تھے بیٹھکر
حالت شبِ فراق جو تغیر ہو گئی

تربت میں گردباد [illegible] نظر پڑی
ہم سمجھے مقبرے کی بھی تعمیر ہو گئی

شوخی سے چشمِ مست کو کہا نشہ [illegible]
لو موجِ مئے غزال کی زنجیر ہو گئی

کھٹکی نظر جو دل میں ہوئی پھر جگر کے پار
برچھی کی نوک پہلے تھی اب تیر ہو گئی

واعظ نے زاہدوں ہی کو دی خلد کی نوید
جنت بھی اُس کے باپ کی جاگیر ہو گئی